بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبوبِ یزدانی

شیخ طریقت حضرت علّامہ مولانا
الحاج سید شاہ نعیم اشرف اشرفی الجیلانی
سجّادہ نشین آستانۂ اشرفیہ (جائس)

مخدوم اشرف اکیڈمی
جائس۔ رائے بریلی (یو۔پی) انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبوب یزدانی

مؤلف

شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج سید شاہ نعیم اشرف

اشرف الجیلانی

(سجادہ نشین)

آستانہ اشرفیہ (جائس)

ناشر

مخدوم اشرف اکیڈمی

جائس رائے بریلی

یو۔ پی

عزیز نواسہ کو سینہ سے لگاکر علوم و معارف کا گنجینہ اُنڈیل دیا۔ مرشد برحق کی روحانی تربیت کا یہ نقطۂ عروج تھا۔ علم سفینہ سے علم سینہ تک سب کچھ بخش دیا اور علمی و روحانی نوازشات کے سارے دروازے کھول دیے۔ ایک روز حضرت کے کئی خاص مریدین آگئے۔ آپ نے شیرینی منگوائی۔ قل فاتحہ کا انتظام ہوا۔ مُریدین و اہل خانوادہ کی موجودگی میں جمعہ کی مبارک ساعت میں حضرت مؤلف مدظلہ العالی کو خلافت سے نوازا۔ مجاز و ماذون فرمایا اور ۱۵ ار رمضان المبارک کو اِس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

حضرت کے حسب ارشاد حضرت مؤلف آستانۂ اشرفیہ کے سجادہ نشین ہوئے اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری ہوا۔ ابھی حضرت کی عمر اٹھارہ ۱۸ سال تھی۔ ابتدا سے ہی مندرجۂ ذیل کتب سے خاص شغف رہا۔ "لطائف اشرفی، مکتوبات اشرفی، مکتوبات امام ربانی، کشف المحجوب، عوارف المعارف، فوائد الفوائد، احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، شفا شریف، مدارج النبوت، شواہد النبوت، مثنوی مولانا روم" وغیرہ

شادی

نومبر ۱۹۴۶ء میں حضرت مؤلف کا رشتۂ مناکحت، عارف باللہ قدوۃ الاصفیا حضرت مولانا الحاج الشاہ سید محی الدین اشرفی جیلانی عرف اچھے میاں کی صاحبزادی سے کچھوچھہ شریف میں ہوا۔ حضرت کے خسر محترم سراج الاصفیاء شیخ المشائخ حضرت سید شاہ اشرف حسین اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کے پوتے تھے اور خوش دامن صاحبہ علیہا الرحمہ، قدوۃ المشائخ اعلیٰ حضرت شاہ سید علی حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین علیہ الرحمۃ کی پوتی تھیں اور بلا شبہ مذکورہ دونوں بزرگ خانوادہ اشرفیہ کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ حضرت سید اشرف حسین علیہ الرحمہ، حضرت اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے بڑے بھائی اور مُرشد تھے۔

حضرت کی ابتدائی خطابت

۱۹۴۹ء میں کچھوچھہ شریف میں کسی تقریب کے موقعہ پر میلاد شریف کا اہتمام ہوا۔ حضرت کے علاوہ خاندان کے دیگر نوجوان علماء کو بھی دعوت تقریر دی گئی۔ شام کو اطلاع ملی کہ حضرت محدث اعظم ھند علیہ الرحمہ بھی دورہ سے واپس تشریف لائے ہیں اور صاحب محفل کو

مخدوم الملک کا وصال ہو گیا جنازہ تیار کر کے لوگ حسب وصیت حضرت غوث العالم کا انتظار کر رہے تھے۔ جب کچھ دیر ہوئی تو شیخ جلالی نامی ایک شخص آپ کی تلاش میں باہر نکلے۔ جب آبادی کے باہر پہونچے تو دور سے ایک قافلہ آتا نظر آیا۔ قافلے کے قریب آنے پر شیخ جلالی بڑی بے تابی سے آپ کو ڈھونڈنے لگے۔ جب آپ کے قریب پہونچے اور آپ کی پیشانی پر نور ولایت کو تاباں دیکھ کر پوچھا کہ حضور سید ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ پھر حفظ قرآن اور ترک سلطنت کے متعلق پوچھا اُنہیں جب اطمینان ہو گیا کہ مخدوم الملک نے آپ ہی کے امامت کی وصیت فرمائی تھی تو بڑے عزت و اکرام سے آپ کو آبادی میں لائے اور لوگوں سے ملایا پھر سب نے آپ سے امامت کیلئے کہا پہلے تو بطریق انکسار فرمایا کہ میں مسافر غریب الدیار ہوں کسی دوسرے لائق امامت شخص سے نماز پڑھوایئے لیکن کچھ تو لوگوں کے اصرار اور زیادہ وصیت مخدوم الملک کے لحاظ سے آپ نے امامت فرمائی نماز پڑھانے کے بعد آپ کو اچانک خیال پیدا ہوا کہ کہیں مخدوم الملک کی طرح پیر و مرشد سلطان المرشدین (حضرت علاء الحق رحمۃ اللہ علیہ) بھی داصل بحق نہ ہو چکے ہوں اس خیال کے ذہن میں آتے ہی حضرت بیحد رنجیدہ ہوئے قلب مبارک سخت بے چین ہوا کہ جن کی شرف ملاقات کے لئے اس قدر طویل سفر اور صبر آزما مدت انگیز کی کیا ان کی ملاقات کی سعادت سے بھی محروم ہو جائے گی۔ آپکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

آپ کا حزن و ملال

آپ کے اس حزن و ملال کا تصور اس وقت نہ تو عام مسلمانوں کو ہو سکتا ہے اور نہ حضرات مریدین ہی سمجھ سکتے ہیں اسلئے کہ موجودہ دور ترقی میں ہر چیز کی ہیئت بدل چکی ہے یہی نہیں کہ فرسودہ بیل گاڑیوں کی جگہ میل ٹرینوں، موٹروں اور ہوائی جہاز نے لے لی ہے ہاتھ کے بنے ہوئے دبیز اور مشقت طلب کپڑوں کے بجائے ملوں میں مشینوں پر اتنے ہی وقت میں نقلی ریشم کے دس دس بیس تھان کپڑے تیار کر لئے جاتے ہیں۔ گل بنفشہ اور خطمی کے عوض زکام اور درد سر سے لے کر تپ محرقہ اور سل تک مریضوں کے لئے انجکشن تیار ہو گئے۔ نیزے اور تلوار کی

کی قیادت ایٹم بم اور موت کی شعاعوں نے سنبھال لی ہے طبیب کی مسند ہٹا کر ڈاکٹر کی کرسی لگا دی گئی ہے۔ روح روحانیت کا بائیکاٹ کر کے بجلی اور بھاپ کو سجادہ نشین بنا دیا گیا ہے بلکہ اب وہ چیزیں جو قطعی غیر مادی ہیں اُن کے معتقدین کے اندر بھی ان سے خلوص کا پتہ نہیں چلتا غیر معمولی تعلق خاطر کا فقدان ہے جاذب دل اور خلوص کار نہ رہ گیا۔

اب والدین کے قدموں کے نیچے جنت تلاش کرنے کے بجائے بے باکی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ بچے کی پیدائش میں شفقت پدری اور مامتا کے بجائے جنسی خواہش کی تکمیل کی شدت ہے اور بچے ان دونوں کی آسودگی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اب عظمت استاد کا خفیف سا اثر بھی لائق شاگرد کے قلب و دماغ پر مرتسم نہیں ہوتا آج کے انسانوں اور مشینوں میں خفیف سا فرق ہو تو ہو ورنہ جس طرح مشینیں اپنی ہر ڈیوٹی کو بلا جذبۂ اخلاص اور نظر بانجام و عواقب ادا کرتی ہیں ویسے ہی انسان زندگی کے تقاضوں کو پورا کرتا۔ جس میں نہ ذوق و وجدان ہوتا ہے نہ خلوص و روحانیت۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا جس قدر آگے بڑھتی جا رہی ہے۔ بے چینی اور پراگندگی میں ناقابل برداشت اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ راحت حیات کا مدار سکون قلب پر ہے اور یہ چیز نہ آج مزدور کو حاصل ہے نہ سرمایہ دار کو لیکن روحانیت کا سب سے بڑا فیضان یہی ہے کہ دل کو مضبوط ایقان بخش کر سکون نصیب بنا دیتا ہے۔

حضرت کا زمانہ مبارک زمانہ تھا

حضرت قدوۃ الکبریٰ کا زمانہ آج سے بہت مبارک زمانہ تھا اس وقت انسان انسان تھا۔ خلوص و محبت کا دور دورہ تھا۔ پیر کے دنیا سے رخصت ہو جانے کا تصور ان کیلئے روح فرسا اور جانگسل بن گیا اور کیوں نہ بن جاتا جس منزل کی تلاش میں تخت و تاج ٹھکرا کر حضرت قدوۃ الکبریٰ گامزن ہوئے تھے پیر نے خضر راہ بن کر اس منزل پر پہنچا دیا حضرت کے اس رنج و اندوہ کو زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ حضرت مخدوم الملک کی روحانیت پاک نے آکر آپ کو تسلی دی کہ فرزند اشرف دل سنبھالو تمھارے پیر اب کے

تک جلوہ افروز مسندِ رشد و ھدایت ہیں۔ اس مسرّت افزا خبر نے آپ کے دل کو تقویت بخشی اور تسکین خاطر ہوئی۔ آپ بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ اتنے میں اطلاع آئی کہ حضرت مخدوم الملک کا دست مبارک قبر شریف سے باہر نکل آیا ہے اژدہام خلائق ہو چکا ہے، مگر کسی کے سمجھ میں بات نہیں آئی کہ کیا معاملہ ہے حضرت قبر شریف پر پہونچے ملاحظہ فرمایا اور وہیں بیٹھ کر مراقب ہو گئے۔ جب آپ نے سر اُٹھایا تو لوگوں کو بتایا کہ شیخ منیری رحمۃ اللہ علیہ کو مردانِ غیب سے ایک ٹوپی ملی تھی جس کے متعلق خود شیخ نے فرمایا تھا کہ میرے ساتھ قبر میں رکھدی جائے آپ لوگ بھول گئے ہیں شیخ اُسی کو طلب فرمارہے ہیں۔ سب نے تصدیق کی کہ واقعی ایک ٹوپی کیلئے شیخ کی وصیت تھی کہ اُن کے ساتھ ہی دفن کیجائے چنانچہ وہ ٹوپی لاکر دستِ مبارک پر رکھدی گئی فوراً ہاتھ قبر کے اندر ہو گیا۔

ایک خرقہ آپ اس شب کو قبر شریف کے کنارے ہی مصروف عبادت رہے حضرت مخدوم الملک نے اپنے فیوض و برکات آپ کو عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ صبح لوگوں سے میرا خرقہ لے لینا میں اپنا خرقہ آپ کو دیتا ہوں جب صبح ہوئی اور لوگ حضرت کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا کہ شب میں حضرت مخدوم الملک نے خرقہ مجھے عنایت فرمایا۔ آپ لوگ مجھے دیدیں لوگوں کو اس میں تامل ہوا کہ پردیسی مسافر خرقہ لیجائیں اور ہم لوگ محروم رہیں چنانچہ انکار کر دیا کہ ہم لوگ اس بات کا یقین نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں بحث کی ضرورت نہیں ہے خرقہ شریف حضرت کے قبر پر لاکر رکھدو جس کے نصیب میں ہوگا اٹھالے گا اس پر راضی ہو گئے اور خرقہ قبر شریف پر لاکر رکھ دیا گیا پہلے خرقہ کو مخدوم الملک کے خلفاء اور مریدین نے اٹھانا چاہا ایک ایک کر کے آگے بڑھے لیکن سب کے حیرت کی انتہا نہ رہی جبکہ خرقہ سب کیلئے گراں وزن بن گیا اور کوئی بھی نہ اٹھا سکا۔ آخر میں سب نے مایوس ہو کر حضرت کی طرف دیکھا آپ آگے بڑھے اور خرقہ کو پھول کی طرح اٹھالیا اور وہاں سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں آپ نے خرقہ شریف کو پہن لیا۔ ایسا معلوم

ہوا کہ یہ خرقہ آپ کے جسم ہی کے لئے بنا تھا مگر اس خرقے کے پہنتے ہی غلبۂ حال کا ایک عجیب عالم آپ پر طاری ہو گیا اور برجستہ یہ شعر فرمایا ؎

مرا بر سر چہ بود از لطف افسر ❊ بر آمد راست مارا خرقہ در بر

پیر کی خدمت میں اور اسی جذب وکیف کے عالم میں آپ پنڈوہ شریف اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں پہونچ گئے کچھ دنوں آپ نے وہاں قیام فرمایا۔ ایک دن آپ کے پیر و مرشد نے فرمایا کہ فرزند اشرف میں اپنے صاحبزادے **محمد نور** کو آپ کے سپرد کرتا ہوں میرے بعد ایک وقت ایسا آئیگا جب بنگال کے قطبیت کی جگہ خالی ہو گی اور اس وقت اللہ تم کو اس سے بھی اونچے درجے پر فائز فرمائے گا تو تم میرے نور کے قطبیت کی سفارش کرنا حضرت نے وہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا اور پھر خانقاہ شریف روح آباد تشریف لائے۔

محبت کی ہمہ گیری نظام انسانیت محبت کی کشش کا دوسرا نام ہے اور یہ ایک بہت وسیع المعنیٰ لفظ ہے اس کو ایک نوجوان کے دل میں صنف لطیف کے استحصال کے معنے ہی میں استعمال کرنا اس لفظ کی روح کا گلا گھونٹنا ہے کیا لوگ نہیں جانتے کہ مولود کے دنیا میں قدم رکھتے ہی ماں کے دل میں مامتا کے نام سے ایک بے اندازہ کھنچاؤ پیدا ہو جاتا ہے دنیا جانتی ہے کہ بچے پیدائش کے ساتھ ساتھ محبت کا یہ شدید جذبہ نسل انسانی کے لئے کتنا ضروری ہے۔ دولت کے حصول کی کوشش اور اس کے لئے شبانہ انتھک جدوجہد کیا سنہرے روپہلے سکون کی محبت نہیں؟ اگر زندگی کی ضرورتوں ہی کیلئے یہ کوشش ہے تو ضرریات زندگی سے زیادہ کیوں اکٹھا کیا جاتا ہے۔ آرزوئے نمود اور بڑے بننے کی محبت کبھی بخت نصر سکندر چنگیز اور نپولین کی شکل میں خون کی ندیاں بہا کر آبادیوں کو ویرانہ بنا دیتی ہے اور کبھی اقلیدس، ارسطو، بو علی سینا بن کر حقائق فطرت بے نقاب کر کے بہبودیٔ خلائق اور انسانی ترقی کا ذریعہ بنتی ہے لیکن کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ماں کی مامتا میں ایثار و قربانی کا وقت نہیں آتا کیا اسکی محبت میں کبھی کبھی راتوں کی نیند اور دن کا آرام

ختم نہیں ہوتا؟ کیا اس پیارے بچّے کی پرورش کے سلسلے میں مادی و روحانی تکالیف سے سابقہ نہیں پڑتا؟ اس حقیقت کو کون نہیں جانتا کہ فورڈ نے کروڑ پتی بننے میں انتھک اور خود فراموشانہ کوشش کی ہے۔ تاریخ کے ان اوراق کو کون جھٹلا سکتا ہے کہ اقلیدس اور بو علی سینا راحت زندگی تو کیا سکون سے ایک ٹھکانے بیٹھ بھی نہیں پائے لیکن یہ سب محبت کے مادی رُخ ہیں۔ ایک محبت اور ہے جو زن زر زمین کی محبت سے بلند بہت بلند اشیائے کائنات کے بجائے خالق کائنات سے کیجاتی ہے۔

راہِ محبت کی سختیاں

لیکن ٹھیک اسی طرح جیسے کہ مادّی محبت کی راہ میں۔ دشواریاں ہیں مصائب اور تلخیاں ہیں ایسے ہی شاہد حقیقی کی طلب میں بھی رنج ہے، کلفت ہے، آفات و مصائب ہیں صحابہ کرام کی ابتدائی سختیاں کون نہیں جانتا محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دُرّے کھائے دار پر چڑھائے گئے گردنیں کٹائیں، فاقے سہے، خاندانِ نبوت کے پیلے افراد کا اپنے لہلہاتے باغ کا کٹنا لٹنا کسے نہیں معلوم۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی امت یہ کبھی نہیں بھول سکتی کہ حسن رضی اللہ عنہ کے جگر کے ٹکڑوں اور حسین رضی اللہ عنہ کے خون کے قطروں ہی نے باغ اسلام کو سرسبزی اور تصویرِ اسلام کو سُرخ روئی بخشی ہے۔ راہ سلوک کی دشوار رہ گزر کا حال غوث الثقلین اور غریب نواز سے پوچھو طلب مولےٰ کی سنگلاخ زمین کی مصیبتوں کو اولیاء عرب اور خواجگان ہند سے دریافت کرو راہِ مولےٰ کی آبلہ پائی بے وطنی اور فاقہ کشی ہی تھی کہ اللہ کے بندوں کو غوث وقطب اور محبوب بنا دیا۔

حضرت قدوۃ الکبراءؒ نے بھی ہوش سنبھالتے ہی منزل عشق میں قدم رکھدیا تھا ترکِ سلطنت، علائق سے بے نیازی، سفر ارادت آپ کے دعوائے عشق کے اسم ثبوت ہیں۔ سختیوں سے گزر کر آپ کے انعام پانے کا وقت آگیا یعنی جس نے لباسِ عشق پہن کر راہِ محبت کی مشکلات انگیز فرمائیں اب اس کو خطاب محبوبیت سے نوازا جائے۔ اور دنیا دیکھ لے مَن یُحِبّ اللہ یُحِبُّہُ اللہ (جو محبت الٰہی کا سرشار ہوا اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے)

محبوبِ یزدانی

چنانچہ ستائیسویں رمضان المبارک ۷۸۲ھ کی شب قدر تھی اور حضرت غوث العالم کچھوچھہ شریف ہی میں رونق افروز تھے مریدین و خلفاء، و قلندران و ارباب صفا کا جمگھٹ تھا۔ آپ کے بھانجے حضرت نور العین اور خلیفہ ابن خلیفہ حضرت در یتیم ابن شیخ کبیر سرور پوری اور خلفائے اصحاب خیر یعنی حضرت شیخ رکن الدین شاہباز، حضرت شیخ اصیل الدین سفید باز، حضرت شیخ جمیل الدین جرہ باز اور دیگر علماء و مشائخ مثلاً حضرت قاضی رفیع الدین اودھی، حضرت شیخ شمس الدین، حضرت شیخ عارف، حضرت شیخ معروف اور حضرت ملک محمود رحمہم اللہ تعالیٰ اس رات کی بیداری میں حاضر تھے۔ مطلع فجر کے وقت سب لوگوں نے سُنا کہ کوئی پکارنے والا (ہاتف غیب) پکار رہا ہے کہ "اشرف ہمارا محبوب ہے"۔ خانقاہ شریف میں جو لوگ حاضر تھے اُس وقت ان کی تعداد سیکڑوں سے گزر کر ہزار کے قریب رہی ہو گی اسلئے کہ لکھا جا چکا ہے کہ آپ کے ساتھ جبکہ سفر میں پانچ سو افراد کے قریب رہا کرتے تھے تو حضر (اقامت) میں خانقاہ کے اندر کتنا اژدھام رہتا رہا ہو گا اور پھر ایسی متبرک شب میں قرب وجوار کے لوگ حضرت کے زیر سایہ اللہ کی یاد کیلئے آئے ہوں گے۔ ان تمام انسانوں نے اپنے کانوں سے اللہ کے پیارے کے محبوب ہونے کی غیبی آواز سُنی اس مژدۂ روح افزا سے خانقاہ اشرفیہ میں عید سے پہلے ہی عید کا سماں بندھ گیا اور نیاز مندان جہانگیری کے مسرتوں کی انتہا نہ رہی۔ ہر طرف مبارکباد سلامت باد کے غلغلے بلند ہوئے اور اسی خوشی میں حضرت فاروقۃ الکبریٰ نے ہر خانقاہی کو شب قدر کی نعمتوں سے بقدر ظرف مالا مال کر دیا۔

ایک کرامت

حضرت کی ایک روزمرّہ کرامت تھی کہ نماز فجر مکہ معظمہ میں ادا فرمایا کرتے تھے حسب معمول اس صبح کی نماز بھی آپنے حرم شریف میں ادا کیا وہاں اس وقت حضرت شیخ نجم الدین بھی موجود تھے جنہوں نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ محبوب یزدانی کا خطاب آپ کو مبارک ہو۔ دونوں بزرگوں نے وفور مسرت میں معانقہ کیا اور دیر تک ایک دوسرے کے گلے سے لگے رہے اس موقع پر حرم شریف میں

پانچ سو مشائخین کرام موجود تھے سب نے باری باری آپ کو مبارکباد دی اور ہر ایک نے آپ کے علوئے مرتبت پر اپنی دلی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد آپ جہاں کہیں بھی گئے مشائخ کرام آپ کو محبوب یزدانی کے نام سے یاد کرتے تھے۔

امیر علی بیگ

امیر تیمور کے سردارانِ افواج میں ایک شخص امیر علی بیگ تھے ترکستان کے سفر میں حضرت اُن کے یہاں مقیم ہوئے۔ حضرت کے کمالات فقر کو دیکھ کر یہ ایسے مست ہوئے کہ ترک امارت و ملازمت کر کے حضرت کے خدمتی بن کر سفر و حضر میں ساتھ رہنے لگے تھے۔ فوجی آدمی علوم ظاہر سے بے بہرہ تھے لیکن عشق الٰہی کی آگ جو حضرت کے فیض صحبت سے سینے میں فروزاں ہوگئی تھی اسرارِ لدُنی کھلنے لگے۔ یہ حضرت کے ساتھ بارہ سال تک رہے ایک روز حضرت قدوۃ الکبریٰ نے حضرت نور العین سے فرمایا کہ امیر علی مدت سے ریاضت کر رہے ہیں ان پر کوئی تصرف نہیں کیا گیا تم ان پر آج توجہ ڈالو تاکہ مجھے تمھارے تصرف کا اعتماد ہو۔ حضرت نور العین نے تعمیل ارشاد کیلئے مراقب ہوئے تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ امیر علی کے چہرے پر جلال درویشی اور آثار ولایت نمایاں ہونے لگے اور ان پر خروش کی کیفیت پیدا ہو گئی اور اسی عالم میں کلمات توحید ان کی زبان پر جاری ہو گئے۔ اتفاقاً اس وقت حضرت کی محفل میں چند علما بھی موجود تھے آپنے اُن سے فرمایا کہ امیر علی جاہل محض ہے مگر اس وقت معرفت الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہے آپ حضرات جس علم وفن کے مشکل سوالات اس سے کریں میں ضمانت کرتا ہوں کہ یہ صحیح جواب دیگا۔ چنانچہ علمانے بعض بیحد مشکل سوالات ہیئت و منطق کے پوچھے اور امیر علی نے اس کا تسلی بخش جواب دیا۔ حضرت نے امیر علی بیگ کو اس واقعے کے بعد ابو المکارم کا خطاب مرحمت فرمایا، یہ کچھ دنوں اور حضرت کے ساتھ تھے۔ جب ریاضت و مجاھدے سے قابلیت پیدا ہو گئی تو حضرت نے انھیں خلافت سے ممتاز فرمایا اور خراسان کا صاحبِ ولایت بنا کر بھیجدیا۔

ابوالوفا خوارزمی

ابوالوفا خوارزمی حضرت کے ایک بیحد محبوب مرید تھے انہیں رموز توحید کا بہت ذوق تھا۔ حضرت نے ان کے متعلق

خود فرمایا کہ فرزند الوالوفا کو موحدین صوفیا اور اہل ذوق و وجدان والوں کا پورا حصہ ملا تھا اور حقائق و معارف کے نظم کرنے میں پوری مہارت تھی۔ ایک دن حضرت کی محفل میں مسئلہ توحید پر گفتگو ہو رہی تھی حضرت نے فرمایا کہ گروہِ صوفیا خود کو فاعل و مختار جاننے کو شرک سمجھتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہمارے ارادہ و اختیار کی تہ میں حقیقتاً ایک دوسری ہی طاقت کارفرما ہوتی ہے۔ حضرت نے یہ ارشاد فرما کر ابوالوفا خوارزمی کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اس مضمون کی ایک رُباعی کہو انھوں نے فی البدیہہ کہا کہ

چوں ہست درین دعویٰ سہ عذر شناہ	بارکردم واعتذار بدتر زگناہ
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه	دعوائے وجود و قدرت دفعل

ابوالوفا خوارزمی عرصہ دراز تک حضرت غوث العالم کی خدمت میں رہ کر کسب فیض فرماتے رہے۔ لطائف اشرفی میں ان کا ذکر بار ہا آیا ہے ان کی طرف حضرت کی توجہ خاص کا بھی پتہ چلتا ہے اسلئے کہ آپ انھیں فرزند ابوالوفا فرمایا کرتے تھے۔

رِیاضِ غوث

حضرت غوث العالم نے خانقاہ کے گرداگرد بہت وسیع باغ تیار کرایا تھا جس کی نگرانی جمشید قلندر کے سپرد تھی۔ یہ اپنے (قلندروں) کی جماعت لیئے بے حد محنت اور بڑی جانفشانی سے باغ کی نگہداشت اور اُسکی صفائی کیا کرتے تھے۔ حضرت نے اس میں انواع و اقسام کے درخت نصب فرمائے تھے۔ اکثر مریدین و خلفائے نے اس میں کام کیا تھا۔ کتنے درخت خود حضور نے اپنے دستِ مبارک سے نصب فرمائے تھے۔ یہ باغ یقیناً آپ کے مذاقِ شاہانہ کا آئینہ دار تھا اس میں بہت سے نوادرات درخت بھی تھے جس کو حضرت نے یا تو دور دراز ملکوں سے منگایا تھا یا خود ساتھ لے کر آئے تھے۔ چنانچہ بنگال سے ڈلی اور ایک مخصوص قسم کے بانس کے پودے آپ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور خود دست مبارک سے لگایا تھا۔ اس درخت کے لگانے میں آپ کی تسبیح جو کھجور کے بیجوں کی بنی تھی ٹوٹ گئی اور اس کے دانے بکھر گئے۔ حضرت نے دوبارہ انہیں دالوں

کو چن کر گوندھنے کا حکم دیا ایک دانہ نہیں مل سکا جس کے بغیر ہی تسبیح گوندھ کر دی گئی بعد میں وہ گم شدہ دانہ بھی ملا آپ نے اُسے ایک پودے کی شاخ پر رکھ کر تھوڑی سی مٹی ڈال دی اور دعا فرمائی کہ اے تخم خدا کے حکم سے بڑھ کر پھل لانا چنانچہ وہ درخت اپنے شباب کو پہنچ کر پھل بھی لایا۔ اس باغ کے ساتھ حضرت کے حسن انہماک اور دلچسپی کا ذکر لطائف میں ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک بہترین باغ رہا ہوگا۔

اولیائے ملامتی

حضرت قدوۃ الکبرا ؒ فرماتے تھے کہ فقرا میں ایک گروہ ملامتیہ بزرگوں کا ہے جو فرائض و واجبات اور سنن تو بجائے خود اہم ہیں مگر وہ لوگ نوافل اور مستحبات کی پابندی تک بیحد ضروری جانتے ہیں اور ان کو بھی کبھی قضا نہیں کرتے۔ مگر اس کے باوجود وہ اپنی عبادتوں کو اس طرح چھپاتے ہیں جیسے بُرا آدمی اپنی بد کرداری کو۔ ان کی کوشش رہتی ہے کہ ان کے حُسن عمل سے کوئی بھی باخبر نہ ہونے پائے۔ ان کا عمل اس شعر پر رہتا ہے کہ:۔

چو روئے پرستید نت در خلاست اگر جبرئیلت نہ بیند رواست

ایک واقعہ

یعنی جس وقت تم مصروف عبادت ہو تو تمہارے اعمال کی جبرئیل علیہ السلام کو خبر نہ ہونی چاہیئے۔ اسی سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ روم کے سفر میں میرے ساتھ ایک ایسا شخص تھا جس کے متعلق بظاہر نہ معلوم ہوتا تھا کہ کس مذہب کے انسان ہیں یا ان کا طریقہ عبادت ہے۔ کچھ دنوں کے بعد صرف مجھے معلوم ہو سکا کہ وہ گروہ ملامتی کے ایک بڑے عارف بزرگ تھے۔ ایک واقعہ کا آپ نے اور ذکر فرمایا کہ میں سبزوار جا رہا تھا راستے میں مجھے ایک نہایت حسین باغ ملا وسط میں شاندار خیمہ نصب تھا جس میں ایک خوبصورت نوجوان اور حسین عورت پہلو بہ پہلو بیٹھے تھے سامنے گلابی رکھی تھی اور حسینہ جام بکف اس نوجوان سے خوش مذاقی کر رہی تھی میں نے جب اُن کو دیکھا تو بیک نظر خیال ہوا کہ یہ لوگ نفس کے غلام بن کر کسطرح اپنے کو تباہ کر رہے ہیں لیکن جب میری اور ان کی نگاہیں چار ہوئیں

ذاُن کا حال روشن ہوا کہ وہ عورت ان کی منکوحہ بیوی اور صراحی میں شراب کے بجائے شربت اور خود بدولت ملامتی گروہ کے بلند مرتبہ بزرگ تھے۔

تاثیر بیان

حضرت غوث العالم ایک دن خانقاہ میں توحید کے موضوع پر تقریر فرما رہے تھے آپ کے نامور خلفاء اور باکمال مریدین کا جمگھٹا تھا۔ شیخ الاسلام گجراتی (جن کا ذکر متعدد بار آچکا ہے) نے موقع پاکر عرض کیا کہ حضور خاصان حق کی توجہ باطنی اور اثر اندازی نگاہ کے متعلق بھی کچھ روشنی ڈال دیجیے آپ نے فرمایا کہ جب کسی عارف کی ہستی میں شہودگی آگ روشن ہوجاتی ہے اور اس کے شعلے بھڑک کر جوشش کے ساتھ نکلتے ہیں، اگر اُس وقت وہ کسی پر ایک چنگاری کے برابر بھی تصرف کرے تو ضرور اثر انداز ہوگی اور اُس کے بعد فرمایا کہ ایکدن حضرت نجم الدین کبرٰے (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی محفل میں اصحاب کہف کا ذکر فرما رہے تھے کہ شیخ سعد الدین حموی جو حضرت نجم الدین کبرٰی کے مرید تھے اور اسی محفل میں حاضر تھے اُن کے دلمیں خیال پیدا ہوا کہ اس زمانے میں بھی کوئی ایسا ہے جس کی صحبت کا اثر کُتے پر پڑ سکے۔ حضرت نجم الدین نے نور فراست سے ان کے دل کی بات سمجھ لی اُٹھ کر کھڑے ہوگئے اور اپنی خانقاہ کے دروازے پر آئے اتفاقاً اُسی وقت وہاں ایک کتا بھی پہونچ گیا اور کھڑا ہو کر دُم ہلانے لگا۔ حضرت نجم الدین نے اس پر توجہ ڈالنی شروع کر دی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ کُتے پر حیرانی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور پھر اُس پر عجیب بیخودی طاری ہوگئی اور اسی جگہ لوٹتا رہا جب حضرت نجم الدین خانقاہ میں لوٹ گئے تو وہ کتا بھی وہاں سے ہٹا اور سیدھا قبرستان کا رُخ کیا جہاں زمین پر سر پٹختا تھا اور روتا تھا۔ بعد میں دیکھا گیا کہ پچاسوں کُتے اسکے گرد جمع ہوجاتے اور خاموشی سے بیٹھے رہتے۔ کچھ ہی دنوں میں وُہ کتا مرگیا۔ لوگوں نے اُس کو دفن کر دیا۔

بابا کمالؒ کی بلّی

حضرت غوث العالم جس وقت حضرت نجم الدین کے زور ولایت اور اُن کے تصرف کا ذکر فرما رہے تھے محفل میں آپ کے ایک

کہلایا ہے کہ میں بہت تھکا ہوں لیکن میلاد شریف میں شرکت کروں گا۔ وقت پر حضرت مؤلف محفل میں پہنچے تو سامعین تو بکثرت تھے مگر علماء حضرات نہیں آئے تھے۔ حضرت نے تقریباً ایک گھنٹہ تقریر کی۔ بار بار خیال آیا کہ حضرت محدث اعظم ہند تشریف لاتے ہوں گے لیکن حضرت کو بھی نہ دیکھا تو تقریر ختم کردی اور صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت محدث صاحب تشریف لائے تھے۔ باہر کرسی بچھا دی گئی اور صلوٰۃ وسلام کے بعد فوراً چلے گئے۔ صبح کو حضرت سے ملنے گئے تو بہت خوش ہوئے۔ بہت حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنی رفاقت میں دو سال رکھا۔

رشد وہدایت کا سلسلہ

جوار میں رائے بریلی، سلطان پور ضلع کا ایک بہت بڑا علاقہ صدیوں سے اسی سجادہ سے وابستہ رہا۔ شروع میں اسی حلقۂ مریدین کا دورہ رہا۔ پھر سلسلہ کی اشاعت ہوتی رہی۔ ملک کے علاوہ بیرون ملک، پاکستان، بنگلہ دیش، ماریشس میں خوب سلسلہ کو فروغ دیا۔

صاحبزادگان

اسی سلسلۂ رشد کی کڑی تھی بڑے صاحبزادے خطیب اعظم، مفکر اسلام حضرت علامہ سید محمد کلیم اشرف جیلانی ولی عہد آستانہ اشرفیہ کی منصوبہ بند تعلیم و تربیت ہائی اسکول تک جائس میں پڑھایا۔ انٹرمیجیٹ کے لئے سلطان پور کے ایم۔ ایس۔ وی انٹر کالج میں داخلہ کرایا اور قیام کا انتظام جامعہ عربیہ سلطان پور میں اور طعام کا انتظام ایک جائسی ہوٹل میں کیا۔ انٹر کے بعد ہی جامعہ میں درس نظامی کا سلسلہ شروع ہوا۔ جہاں متوسطات تک تعلیم ہوئی۔ پھر امام النحو، غزالیٔ عصر حضرت علامہ الحاج سید غلام جیلانی اشرفی علیہ الرحمہ کے پاس میرٹھ بھیج دیا جہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور تین سال سے زیادہ ان کی وقیع صحبت میں رہے۔ وہیں میرٹھ یونیورسٹی سے بی۔ اے ریگولر پاس کیا۔ پھر ایم۔ اے بھی کیا۔ دورۂ حدیث جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے کرایا۔ بعد فراغت وہیں چار سال درس و تدریس کا فریضہ انجام دیا۔ الحمد للہ آج مولانا کی خطابت کی گونج برصغیر ہی میں نہیں افریقی اور یورپی ملکوں میں بھی ہے۔ ۱۹۸۵ء میں سنی عالمی کانفرنس بمبئی میں شرکت کے بعد لندن میں

مرید خاص قاضی رفیع الدین اودھی بھی شریک بزم تھے انہوں نے سوچا کہ اس زمانے میں بھی ایسے اولیاء ہیں یا نہیں جنکے تصرف اور اثر نگاہ سے جانور بھی متاثر ہوں۔ حضرت کے متعلق ذکر ہو چکا ہے کہ جناب شیخ نظام غریب یمنی فرماتے تھے کہ حضرت کی نگاہ ولایت ہر شخص کے دل کی گہرائیوں میں پہونچ کر اُس کے سوچ وفکر کو جان لیتی تھی چنانچہ قاضی رفیع الدین کے وسوسے کو حضرت نے جان لیا اور فرمایا کہ "شاید ایسے لوگ اب بھی ہوں" اور پھر حکم دیا کہ کمال جوگی کی بلی کو (ان کا ذکر بھی کئی جگہ آچکا ہے) لے آؤ۔ چنانچہ جب وہ بلی لائی گئی تو حضرت نے اس کو سامنے بٹھا کر اسرار ومعارف بیان فرمانے شروع کئے رفتہ رفتہ آپ کے روئے مبارک پر آثار جلال پیدا ہونے لگے۔ بالآخر روئے انور اتنا پُر جلال ہو گیا کہ حاضرین خوف زدہ ہو گئے اور بلی بے ہوش ہو گئی اور بہت دیر تک بے ہوش رہی۔ جب اس کو ہوش آیا تو وہ حضرت کے قدم مبارک پر لوٹنے لگی اور عرصے تک لوٹتی رہی۔ اس واقعے کے بعد سے بلی کی عادت ہو گئی کہ جب حضرت اسرار التصوف اور حقائق توحید بیان فرمایا کرتے تو وہ بھی مجلس میں آکر بیٹھتی اور بڑی توجہ سے سنتی رہتی اور اسی واقعے کے بعد سے خانقاہ کی ایک خدمت بھی اسکے سپرد ہو گئی کہ خانقاہ میں آنے والے مسافروں کی تعداد کی رپورٹ ناظم مطبخ کو دیتی۔ اسکے اطلاع کا طریقہ یہ تھا کہ جتنے مہمان آتے بلی باورچی خانے میں جاکر اتنی ہی بانگ (آواز) دیتی۔ ایک خدمت اور سپرد ہوئی کہ حضرت اگر اپنی خدمت میں کسی کو بلانا ہوتا تو یہ اُسکے پاس جاکر آواز دیتی کہ جس سے وہ شخص سمجھ لیتا کہ بارگاہِ جہانگیری میں میری طلبی ہے۔

ایک مرتبہ خانقاہ عالم پناہ میں درویشوں کی ایک جماعت آئی بلی نے حسب دستور لنگر خانے کے منتظم کو اطلاع دی مگر کھانا تقسیم ہونے پر ایک آدمی کو کم پڑ گیا حضرت کو اطلاع دی گئی کہ آج بلی نے دھوکا دیا، آپ نے بلی کو بلایا اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "تو نے کیوں خطا کی"، بلی فوراً باہر گئی ایک آدمی حضرت نے اس کے ساتھ کر دیا بلی مہمان خانے میں آنے والے درویشوں کے پاس جاکر ایک ایک شخص کو سونگھنے لگی

جب سرِ حلقہ (سردارِ جماعت) کے پاس پہونچی تو اس کے اوپر پیشاب کر دیا۔ حضرت کو بلّی کے حرکت کی اطلاع دی آپ نے فرمایا کہ بلّی بے قصور ہے اور حکم دیا کہ اس شخص کو بلاؤ جس کے اوپر بلی نے پیشاب کر دیا ہے۔ جب وہ روبرو حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تو مردِ بیگانہ ہے میری بلّی نے مسلمان درویشوں کے کھانے کی اطلاع دی ہے اور تو یقینی طور پر مسلمان نہیں ہے۔ وہ شخص آپ کے قدمِ پاک پر گر پڑا اور اقرار کیا کہ بیشک میں بیگانہ اسلام ہوں۔ میں بارہ سال سے مسلمانوں کی صورت ولباس میں دہریت کا اعتقاد لیئے گھومتا ہوں۔ میرا یہ عہد تھا کہ اگر کوئی صوفی میرے نفاق و دہریت کو جان لے گا جب ہی حلقہ بگوش اسلام ہوں گا آج تک مجھے کوئی بھی نہ پہچان سکا تھا۔ اس بلّی نے میرا راز فاش کر دیا۔

ایک دہریہ کا شرفِ ایمانی

اب میں اپنے نیت وارادے کے مطابق آپ کے دستِ حق پرست پر قبولِ اسلام کرتا ہوں اور پھر وہ شخص مسلمان ہو گیا اور حضرت سے مرید ہو کر خانقاہ شریف میں مجاھدہ و ریاضت میں لگ گیا جب اس کا تصفیہ باطن ہو گیا اور نورِ ولایت اسکے قلب میں چمکنے لگا تو حضرت نے اسے اجازت وخلافت سے سرفراز فرما کر اور شہر استنبول کا صاحبِ ولایت بنا کر رخصت فرما دیا۔

بلّی کی قربانی

یہ بلّی جس کا ذکر اوپر ابھی بیان ہو چکا ہے یہ حضرت کے بعد دو سال تک زندہ رہی۔ لطائف اشرفی میں ہے کہ حضرت قدوۃ الکبریٰ کے سجادہ نشین غوث الوقت حضرت سید عبدالرزاق نورالعین قدس سرہٗ کے عہد میں ایک دن دیگ میں دودھ گرم کیا جا رہا تھا اتفاقاً اس میں ایک سیاہ سانپ گر پڑا کھولتے ہوئے دودھ میں گرتے ہی مر کر تہ نشین ہو گیا۔ خادموں میں سے کسی کی نگاہ بھی نہ پڑی بلّی کہیں سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی اسنے کئی بار بانگ دی۔ دیگ کے گرد گھومتی بھی رہی لیکن کوئی اس بات کو سمجھ نہ سکا بلکہ اُسے باورچی خانے کے باہر کر دیا گیا وہ

لہ لطائف اشرفی (مؤلف)

پھر پلٹ کر آ گئی۔ پہلے بڑی کوشش کی کہ باورچی مطلع ہو جائے لیکن وہ سمجھ نہ سکا۔ آخر کار بلی اس کھولتے ہوئے دودھ (جو شیر برنج کیلئے پکایا جا رہا تھا) کو دوڑی اور جاں بحق ہو گئی۔ بلی کے مرنے کا سب کو بڑا افسوس ہوا لیکن جب دودھ پھینکا گیا تو بلی کے ساتھ سیاہ سانپ بھی نکلا تب اہل خانقاہ نے جانا کہ بلی کیا کہہ رہی تھی اور اس نے اپنی جان کیوں دی۔ اس پورے واقعے کی اطلاع جب حضرت نور العین رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی تو آپنے فرمایا کہ بلی نے درویشوں کیلئے اپنی جان دی ہے لہٰذا اس کی قبر پختہ بنوا دی جائے چنانچہ آستانۂ عالیہ کے قریب مقام دارالامان میں (جس کا ذکر تعمیر خانقاہ کے سلسلے میں آچکا ہے) دفن کر دی گئی۔

سلطان المرشدین کا وصال

۸۰۰ھ میں حضرت غوث العالم کے پیر و مرشد حضرت شیخ علاء الحق والدین گنج نبات کا وصال ہوا تو وصال کے فوراً ہی بعد آپ پنڈوہ شریف پہنچے۔ اس وقت خانقاہ شریف میں ہندوستان کے اکابرین اولیاء بھی موجود تھے۔ حضرت نے اپنے مبارک ہاتھوں سے صاحبزادۂ حضرت سلطان المرشدین محمد نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی رسم سجادگی ادا فرمائی۔ مجمع اصفیاء میں قطبیت بنگالہ موضوع سخن بن گئی۔ کچھ خاصان خدا کی رائے تھی کہ شاہ شرف الدین (جو بنگال ہی کے بزرگ تھے) اس منصب پر فائز کئے جائیں در آنحالیکہ شاہ شرف الدین پریشانی سے ٹہل رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ اس منصب کا بار میں نہیں اٹھا سکتا۔

حضرت محمد نور کی قطبیت

حضرت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بنگال کے قطب میرے پیرزادہ حضرت نور ہیں۔ حاضرین نے فرمایا کہ اس کا ثبوت کیا ہے؟ حضرت نے نور قطب رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا سامنے نظر آنے والی پہاڑی کو حکم دو کہ یہاں آئے۔ حضرت غوث العالم کے خادم خاص بابا حسین کہتے ہیں کہ حضرت نے جیسے ہی اشارہ فرمایا پہاڑی کو جنبش ہوئی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ ٹھہر

جائیں اپنے پیرزادے سے گفتگو کر رہا ہوں۔ چنانچہ پہاڑ کی حرکت رُک گئی حسب الارشاد نور قطب عالم صاحب نے اُس کو قریب آنے کا حکم دیا اور وہ فوراً حرکت میں آگیا تمام حاضرین نے اس زور کرامت کو دیکھا اور اُن کی قطبیت پر اتفاق ہوگیا اور اسی وقت سے آپ **محمد نور** کے بجائے نور قطب عالم کے نام سے مشہور ہوئے۔

لُطف سماع مشائخین کی خواہش پر اس جگہ محفل سماع منعقد کی گئی مگر ہجوم خلائق کی وجہ سے جمعیت خاطر نہ حاصل ہوئی تو ایک خاص محفل مخصوص مجمع کے ساتھ کی گئی لیکن کسی کو لطف خاص نہ ملا تو حضرت غوث العالم نے فرمایا کہ خطِ روحانی کیلئے خانقاہ شریف میں پیر مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی نشستگاہ سے بہتر کوئی جگہ نہیں اگر وہاں انعقاد محفل ہو تو کیف حاصل ہوگا۔ چنانچہ یہاں سے اُٹھ کر سب لوگ وہاں پہونچے تو پورے مجمع پر وجد و کیف طاری ہوگیا اور تمام لوگوں کو فیوض روحانی حاصل ہوئے۔

جونپور کچھ دنوں پنڈوہ شریف میں قیام فرما کر حضرت روح آباد کیلئے واپس ہوئے قطع منازل فرماتے ہوئے جب آپ جونپور پہونچے تو حسب دستور آپنے جامع مسجد میں قیام فرمایا جسکے شمال میں آپ کا چلّہ خانہ اب تک زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

جونپور امیر تیمور کے ہندوستان پر حملے سے تغلق خاندان کے حکومت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اس سلسلے کی ایک کڑی جونپور کی حکومت بھی تھی جو شاہان شرقی کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ جس وقت حضرت جونپور پہونچے اُس وقت شرقیوں کا پہلا بادشاہ سلطان ابراہیم داد حکومت دے رہا تھا۔ وہ اکثر سوچا کرتا تھا کہ اب اس زمانے میں جنید و شبلی رحمۃ اللہ علیہم جیسے اولیا نہیں ہیں۔ ایک شب سلطان کو خواب میں ہدایت ہوئی کہ اس دور میں بھی اللہ کے ایسے ولی موجود ہیں جو اپنے تقرب میں سلف کے بزرگوں سے کم نہیں۔ سلطان نے جب سے یہ خواب دیکھا تھا اسی وقت سے اُسے تلاش تھی اور فقرا و صوفیا سے ملتے رہتے تھے۔ جب حضرت غوث العالم نے جونپور کو اپنی آمد سے عزت بخشی اور بادشاہ کو اطلاع ہوئی تو ایک دن اس نے عمائدین سلطنت سے

کہا کہ میں حضرت جہانگیر سے نیاز حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ دربار میں ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی بھی موجود تھے انہوں نے فرمایا کہ لوارد بزرگ کے متعلق میں بھی سُن چکا ہوں کہ اولادِ رسول ہیں اور ولی کامل ہیں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے خود جاکر ان سے نیاز حاصل کروں۔ اور ان کے حالِ عالی کو بچشم خود دیکھ کر اپنے مشاہدے سے سلطان معظم کو مطلع کردوں تب شاہی سواری جائے سلطان نے اس خیال کی تائید کی اور کہا یہی مناسب ہے کہ آپ جاکر پہلے ان سے ملیں۔

قاضی شہاب الدین

چنانچہ دربار سے آنے کے بعد قاضی صاحب فینس پر سوار ہو کر امرائے سلطنت اور علمائے شہر کے ساتھ حضرت کا شرفِ نیاز حاصل کرنے مسجد میں آئے۔ حضرت غوث العالم اس وقت نماز ظہر سے فراغت پاکر اور معمولات اشغال پڑھ کر اپنے ارادت مند رفقائے سفر کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے میں قاضی صاحب آتے ہوئے نظر آئے۔ لوگوں نے حضرت سے بتایا کہ حضور یہ قاضی صاحب علوم عربیہ کے متبحر عالم ہیں اور سلطان ابراہیم ان کے بید قدردانوں میں ہیں۔ قاضی صاحب مسجد کے باہر ہی سواری سے اتر پڑے اور ہمراہی مولویوں سے فرمایا کہ سید کی پیشانی پر مجھے انوار ولایت تاباں نظر آرہے ہیں۔ وہاں اپنی مولویت کا بھرم رکھتے ہوئے مؤدب رہنا اور امتحاناً کوئی سوال بھی نہ کرنا۔ قاضی صاحب مولوی صاحبان کو سمجھا بجھاکر دربار جہانگیری میں بکمال ادب حاضر ہوئے۔ حضرت غوث العالم نے قاضی صاحب کے علمی منزلت کے پیش نظر عمدہ قدرافزائی فرمائی۔ حضرت ابھی قاضی صاحب سے مزاج پرسی ہی فرما رہے تھے کہ آنیوالے مولوی صاحبان کے دلوں میں سوالات کے چوہے کودنے لگے۔

بلند پایہ مُرید

اس سفر میں بھی حضرت کے ساتھ شیخ ابوالوفا خوارزمی بھی تھے (جس کا ذکر ان اوراق پریشان میں آچکا ہے) حضرت نے ان کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ مولوی صاحبان کے سوالات کا جواب دو۔ آپ یہ حکم دے کر قاضی صاحب کی طرف مخاطب ہو گئے مگر لوگوں کی یہ حیرت ضرور ہوئی کہ کیا سوال اور

کس قسم کا جواب ہوگا جبکہ ابھی کوئی بات بھی محفل میں نہیں آئی۔ مگر شیخ ابوالوفا کو نورِ فراست سے مولویوں کے دلی سوالات معلوم ہو گئے۔ انھوں نے نہ صرف ان کے دلی سوالات ہی کو دہرادیے بلکہ نہایت شستہ انداز میں ان کو حل بھی کر دیا۔ قاضی صاحب بھی اس سب گفتگو سُن رہے تھے۔ بیحد متاثر ہوئے لیکن پاس ادب کی وجہ سے خاموش ہی رہ کر حضرت کی طرف متوجہ رہے قاضی صاحب جب رخصت ہونے لگے تو فرمایا کہ آج سلطان المعظم بھی آنے والے تھے مگر پہلے خود شرف حضوری حاصل کرنے کیلئے میں نے اُن کو روک دیا تھا۔ اب وہ کل حاضر ہوں گے اور انہیں کے ساتھ میں بھی پابوسی کا شرف حاصل کروں گا۔ حضرت غوث العالم نے فرمایا کہ میری نظروں میں تو سلطان سے بہتر آپ ہیں لیکن اگر وہ آنا ہی چاہتے ہیں تو آئیں فقیر کا دروازہ کسی شخص کیلئے بند نہیں ہے۔ قاضی صاحب جب رخصت ہوئے تو حضرت نے اپنے ارادتمندوں اور خلفاء سے فرمایا کہ میں نے ہندوستان میں ایسا متبحر عالم نہیں پایا۔ حضرت کے اس جملے سے اندازہ ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کتنے زبردست علم و فضل والے تھے۔

ارشادِ گرامی: حضرت غوث العالم فرماتے تھے کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ فقیروں کو بادشاہوں اور رئیسوں سے نہ ملنا چاہیئے لیکن میں اس خیال کو جہالت اور کبر سے تعبیر کرتا ہوں اسلئے کہ ابرار کی نیکیاں بدکار کے فردِ عمل پر نہ لکھی جائیں گی اور نہ بدکاروں کے گناہ نیکوکار کے اعمال نامے پر لکھے جائیں گے۔ آپ فرماتے تھے کہ بادشاہ اور حکام یا تو عادل ہوتے ہیں یا ظالم۔ اگر وہ عادل و عابد ہیں تو ان کا دیکھنا ثواب و برکت ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ بروزِ حشر خدا کے حضور سب بندوں سے افضل امام عادل ہوگا۔ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقولہ ہے کہ ایک ساعت کا عدل ساٹھ سالہ عبادت سے افضل ہے اور اگر اس کے خلاف بادشاہ یا حکام ظالم و فاسق ہوں تو علماء و مشائخ دونوں پر فرض ہے کہ اس سے ملاقات کریں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی رغبت دلائیں مشائخ و علماء جاہ و مال حاصل کرنے نہ جائیں بلکہ اس کو دینِ قیم کی راہ دکھائیں۔

اور عمل صالح کی ترغیب و تحریص کرائیں اور اسکو کمالات اصلیہ تک پہنچائیں اہل حکومت کی روحانی منزلت کا گھٹاؤ اور ان کے عبادت کی کمی باکمال صوفیوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

بادشاہ سرِ فقیر کے در پر دوسرے دن حضرت وظائفِ معمول سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے کہ شاہی سواری کی آمد آمد ہوئی سلطان ابراہیم مع شاہزادگان اور خدم و حشم کے مسجد کے قریب پہنچا۔ قاضی شہاب الدین صاحب بھی تھے انہوں نے کہا کہ بارگاہ ولایت میں اس انبوہ کے ساتھ جانا مناسب نہیں ممکن ہے کہ یہ بھیڑ بھاڑ حضرت غوث العالم کے طبع اقدس پر گراں گزرے۔ چنانچہ بادشاہ سواری سے اتر پڑا اور خاندان شاہی کچھ علماء و امراء کل بیس آدمیوں کے ساتھ لے کر دربارِ غوثیت میں آیا اور ایسے نیاز مندانہ انداز میں آیا کہ حضرت خوش ہو گئے۔ انھیں ایام میں بادشاہ نے قلعہ جنادہ پر قبضہ کرنے کے لئے فوج بھیجی تھی ادھر سے کوئی خبر نہ آنے کی وجہ سے اسے تردد تھا۔ حضرت غوث العالم کی خدمت میں بیٹھے بیٹھے سوچا کہ کاش حضرت کا زورِ ولایت تسخیر قلعہ میں معاون ثابت ہوتا۔ زبان سے تو بادشاہ نے صاف نہ کہا مگر ایک شعر پڑھ دیا کہ:-

چہ حاجت عرض کردن بر ضمیرش کسے کو را یقیں امید باشد

حضرت نے اپنی روشن ضمیری سے بادشاہ کی دلی خواہش کو جان لیا اور دبے ہی ڈھکے چھپے ذریعہ سے ایک شعر پڑھ کر اس کی تسلی فرما دی۔

گر بہ یقیں شد قدمت استوار گرد ز دریا نم ز آتش برآر

یعنی اگر تم کو عقیدت ہے تو قلعہ کا فتح کرنا کیا چیز ہے دریا سے گرد اڑا سکتے ہو اور آگ سے تری نکال سکتے ہو۔ بادشاہ کو حضرت کے اس ارشاد سے تسلی ہو گئی۔ بادشاہ جب حضرت کے خدمت سے رخصت ہونے لگا تو آپ نے اُسے ایک مسند[1]

---

[1] از رسالہ اشرفی (مؤلف)

عنایت فرمائی جو سستان سے آپ کے ساتھ ساتھ آئی تھی اور ٹھکرائی ہوئی حکومت کی ایک یادگار تھی۔ سلطان بہت خوش ہو کر محل کو واپس ہوا اور درباریوں سے اپنے دلی تاثرات کا ان لفظوں میں اظہار کیا کہ میں نے جس قدر سنا تھا حضرت غوث العالم مخدوم جہانگیر اس سے بہت زیادہ ہیں شکر ہے کہ ہندوستان میں ایسے بزرگوں کے قدم آئے۔ تیسرے دن پھر بادشاہ حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اس دن آپ نے بادشاہ کی تواضع ناشتہ و شربت سے کی۔ سلطان ابراہیم جس وقت بیٹھا ہوا حضرت کے ساتھ ناشتہ کر رہا تھا اور حضرت کے حکیمانہ پند و نصائح سے بہرہ اندوز ہو رہا تھا سلطانی قاصد فتح کی خوش خبری لے کر حاضر ہوا کہ سلطانی اقبال سے شاہی فوج مظفر و منصور قلعہ جنادہ پر قابض ہو چکی ہے۔ بادشاہ کو حضرت غوث العالم کا وہ شعر یاد آیا جس میں فتح مندی کا واضح اشارہ موجود تھا اس کی حسن عقیدت میں بے حد اضافہ ہو گیا۔ اور دست بستہ عرض کی کہ حضور میں تو بیعت ہو چکا ہوں مگر بندے زادوں کو (شہزادگان) اپنی غلامی میں قبول فرمائیں چنانچہ کئی شہزادگان اور امرائے سلطنت اسی وقت داخل سلسلہ اشرفیہ ہوئے بادشاہ کی دوسری خواہش ہوئی کہ کوئی بڑی رقم نذر کی حضرت قبول فرمائیں مگر حضرت نے اس چیز کو پسند نہ فرمایا۔ ایک اور آرزو پیش کی کہ حضرت اپنا مستقل قیام جونپور ہی میں رکھیں آپ نے فرمایا کہ یہ اسلئے ممکن نہیں ہے کہ میرے مستقل قیام کی جگہ میرے پیر نے متعین فرما دیا ہے مگر وہ جگہ تمھارے قلمرو سے باہر نہیں۔ میں جونپور میں نہ سہی تمہارے حدود سلطنت (روح آباد) ہی میں تو ہوں۔ بادشاہ کے اس نیاز مندی کی وجہ سے حضرت کو جونپور میں دو مہینے قیام فرمانا پڑا۔ اس قیام میں قاضی شہاب الدین کو حضرت کی ذات سے بڑی وابستگی پیدا ہو گئی۔ انھیں آپ کی خدمت اقدس میں آئے بغیر چین ہی نہ ملتا۔ آتے شرف حضوری حاصل کرتے حضرت کبھی ان سے اسرار وحدت اور حقائق تصوف کی گفتگو کرتے اور وہ اسکو بڑی توجہ اور عقیدت مندی سے سنتے اور کبھی علوم عقلیہ کی موشگافیاں فرماتے جس میں وہ بھی دلچسپیوں کے ساتھ حصہ لیتے۔

جامع العلوم قاضی صاحب حضرت کو اپنی تصنیف کردہ کتابیں بھی سنایا کرتے اور حضرت کی تصدیق حاصل کرتے۔ ان کی چند کتابوں[1] کو حضرت نے بہت پسند بھی فرمایا اور تعریف کی۔ قاضی صاحب کو شعر وسخن سے بھی دلچسپی تھی چنانچہ فن عروض میں ان کی یادگار کتاب جامع الصنائع ہے جس وقت قاضی صاحب حضرت غوث العالم کو یہ کتاب سنا رہے تھے اس وقت حضرت کی خدمت میں ملا شیخ واحدی بھی موجود تھے۔ آپ نے شیخ سے فرمایا کہ قاضی صاحب کے جولانیٔ قلم سے علم کا کوئی گوشہ نہ بچ سکے گا۔

مُلّا واحدی شیخ واحدی حضرت غوث العالم کی شان اقدس میں ایک قصیدہ کہہ کر لائے تھے۔ جب انہوں نے موقع پایا تو حضرت سے اجازت لیکر[2] اس کو سنانے لگے۔ قاضی صاحب شیخ کی حقیقت نگاری اور زور کلام سے بیحد محظوظ ہوئے حضرت نے قاضی صاحب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ قاضی صاحب سارے علوم وفنون پر تو آپ حاوی ہو چکے ہیں۔ اب فارسی کو شیخ واحدی کیلئے چھوڑ دیجئے۔ شاعر کی فکر رسا دیکھئے کہ شیخ صاحب نے فی البدیہ یہ قطعہ پیش کر دیا۔

لشکر علم تو بہ تیغ بیاں	از عجم تا عرب گرفتہ دیار
چوں گرفتی عراق عربیت	فارسی را بواحدی بگذار

ایک خاص واقعہ ایک دن حضرت مسجد میں رونق افروز تھے اور آپ کے حضور قاضی رفیع الدین اودھی، شیخ ابوالمکارم، خواجہ ابوالوفا خوارزمی وغیرہم مؤدب بیٹھے تھے کہ سرکار پر وجد ومستی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اور اسی جذبی حالت میں آپکی زبان مبارک سے نکلا کہ "اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ عَبْدٌ لِعَبْدِیْ" تمام لوگ میرے بندے کے بندے ہیں۔ آپ کے ارادت مندوں نے یہ جملہ سُن کر باہم

---

[1] مشہور تفسیر بحر مواج،، آپ ہی کی ہے۔ حضرت اقدس کو قاضی صاحب نے جب اپنی تفسیر سنائی تو آپنے فرمایا کہ کتاب بہت خوب ہے۔ مگر طویل ہے۔ [2] از رسالہ اشرفی (مؤلف)

تبادلۂ خیال کرکے طے کرلیا کہ حضرت کے اس جملے کو غیر لوگ نہ سن سکیں اس لئے کہ جو اسرار باطن سے ناواقف ہیں کہیں اس کا انکار نہ کر بیٹھیں اور پھر اس جملے کا آڑ لے کر فتنے کا دروازہ نہ کھل جائے۔ لیکن سوئے اتفاق کہ حاجی صدر الدین جو حضرت کے مخلص نیاز مندوں اور سچے مریدوں میں سے تھے ان کی زبان سے ایک عام محفل میں حضرت کا یہ شطحیہ جملہ نکل ہی گیا۔ علماء نے جب اس کو سنا تو بغیر تحقیق کے اعتراض کی بارش کردی اور جو بھر پور غل مچا دیا۔ وہاں کچھ ایسے علماء بھی تھے جو حضرت کے اس اعزاز وشہرت سے حسد کرتے تھے ان کو اچھا موقع ہاتھ لگا اور خوب اچھلنے لگے۔ حضرت کی شانِ اقدس میں بے باکیاں اور گستاخیاں بھی شروع ہوگئیں لیکن کسی کو حضرت کی خدمت بابرکت میں آکر سوال و جواب کی ہمت نہ پڑی۔ یہ کھچڑی باہر ہی باہر پک رہی تھی۔ میر صدر جہاں اور قاضی شہاب الدین تک یہ بات پہونچی تو قاضی صاحب نے بپھرے ہوئے مولویوں سے فرمایا کہ تم قال کے عالم ہو حال کی خبر نہیں رکھتے ہو نہ معلوم کس جذب و استغراق کی حالت میں یہ جملہ ان کے منھ سے نکل گیا ہو۔ دوسری چیز یہ کہ باکمال بزرگ ہیں سید ہیں صاحب تصرف ہیں اُن سے اُلجھنا ٹھیک نہیں۔ قاضی صاحب کے اس سمجھانے کے بعد بھی ایک مولوی صاحب بولے کہ واہ صاحب واہ اسلامی دورِ حکومت کا ایسا شہر جو متبحر علماء وفضلاء کا مرکز ہو تعجب ہے کہ وہاں کوئی شخص متکبرانہ جملہ ادا کرے اور کوئی اس سے بازپرس نہ کرے اس طرح تو ہر شخص دین میں دلیر ہوتا چلا جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ پھر علماء کی موجودگی سے عوام کو فائدہ ہی کیا ہوگا جب کہ وہ انہیں امرِ حق پر متنبہ بھی نہ کرسکیں۔

بالآخر میر صدر جہاں کو مولوی صاحبان نے آمادہ ہی کرلیا کہ حضرت غوث العالم سے ان کے اس جملے پر سختی سے اعتراض کرکے جواب مانگا جائے اور اسی محفل میں اعتراض وسوال کرنے کیلئے محمود بہیرہ جو ایک سخت کلام طالب علم تھا اس کا انتخاب بھی عمل میں آگیا۔ قاضی شہاب الدین نے جب یہ رنگ محفل دیکھا تو بول اُٹھے کہ محمود مجالس مشائخ کے آداب سے ناآشنا وہاں جاکر نہ معلوم اس کا طرز گفتگو کیا ہو۔

عالمی حجاز کانفرنس کو خطاب کیا اور انگلینڈ، ہالینڈ میں تین ماہ سے زیادہ قیام رہا۔ تقریباً دونوں ملکوں کے ہر شہر میں اپنی کامیاب خطابت کا پرچم لہرایا۔

حضرت مؤلف کے دوسرے مایۂ ناز صاحبزادے فاضل محقق مولانا سید علیم اشرف اشرفی جیلانی نے معقولات اور منقولات کی تکمیل و فراغت کے بعد لکھنؤ یونیورسٹی سے عربی ادب میں ایم۔ اے کیا اور "الحرکۃ العقلیہ فی الاسلام" کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کا رجسٹریشن کرالیا ہے۔ ریسرچ کا سلسلہ جاری ہے۔ آج کل ماریشس افریقہ کے تبلیغی دورہ پر ہیں۔

تحصیل علوم دینیہ کرنے والے تیسرے صاحبزادے مولانا سید قسیم اشرف عرف حسن میاں ابھی براؤن شریف میں زیر تعلیم ہیں۔ باقی تین صاحبزادے جدید اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ جناب ایڈوکیٹ سید احمد اشرف فہیم اشرفی جیلانی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے لاگریجویٹ ہیں۔ جناب سید ندیم اشرف ایم۔ اے میں بہترین ادیب اور جدید لب و لہجہ کے شاعر ہیں۔ جناب سید شمیم اشرف لکھنؤ یونیورسٹی سے ایم۔ اے کر رہے ہیں۔ حضرت کی ایک صاحبزادی بھی ہیں جو راقم سے منسوب ہیں۔

طرز ہدایت

حضرت کا طریقہ رشد و ہدایت نہایت سادہ مگر دل نشین ہے۔ طرز تعلیم میں ادبی چاشنی ہوتی ہے۔ اسلوب بیان انتہائی بلیغ اور پُر اثر۔ حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مخاطب کے معیار کے مطابق گفتگو فرماتے ہیں۔ حضرت کی مجلسی گفتگو نہایت پُر مغز، شُستہ، فکر انگیز اور اثر آفریں ہوتی ہے۔ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر سابقین اہلِ خانقاہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ہر بیٹھنے والا اپنے کو مخاطب سمجھتا ہے۔ ہر نو وارد کی طرف متوجہ ہو کر خیریت دریافت کرتے ہیں۔ نشست کے لئے اشارہ کرتے ہیں۔ پھر سلسلۂ کلام جاری ہو جاتا ہے۔ ہر چھوٹے بڑے، امیر غریب کی طرف یکساں التفات رہتا ہے۔ ہر حاجت مند کی حاجت روائی اور ہر سائل کی تسکین خاطر وطیرہ ہے۔ ہر ایک سے نہایت متواضعانہ ملتے ہیں۔ تواضع، انکسار، فیاضی، مروت اور دردمندی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ بلاشبہ حسن اخلاق کے اوصاف عالیہ سے آراستہ ہیں اور بیشتر آپ کا

اب آپ لوگ اس بات کی تحقیق مجھ ہی پر چھوڑ دیں۔ اگر آپ لوگوں کو ضد ہی ہو گئی ہے تو کل میں خود جا کر قریبنے سے گفتگو کر لوں گا۔

دوسرے دن حضرت غوث العالم کی خدمت میں قاضی صاحب تشریف لائے حسب معمول حضرت نے ان کو عزت سے بٹھایا اور گفتگو فرمانے لگے۔ حضرت کا دستور[۱] تھا کہ ہر شخص سے اس کے مشرب اور مناسب حال گفتگو فرماتے چنانچہ اس دن قاضی صاحب سے مسائل فقہیہ پر تبادلۂ خیالات فرمانے لگے اور نہایت دقیق مسائل پر حضرت تقریر فرمانے لگے۔ رفتہ رفتہ گفتگو کا رخ تصوف و معرفت کی طرف ہو گیا۔ آپ نے حقائق تصوف اور معرفت خداوندی کو موضوع سخن بنا کر شطحیات صوفیہ کے رموز بیان فرمانے لگے اور ان کے بظاہر اشکال کو قریب الفہم بناتے رہے۔ اس دن مشکل الفاظ کے مطالب کو اس درجہ آسان کر دیا کہ حاضرین جھوم اٹھے۔ لیکن پھر گفتگو کا انداز بدلا اور رموز و اسرار وحدت بیان فرماتے ہوئے تقریر اس درجہ بلند ہوئی کہ لوگوں پر اس کا سمجھنا دشوار ہو گیا۔

انکشاف و توضیح جب حضرت قدوۃ الکبرا غوث العالم کی تقریر ختم ہوئی، تو قاضی صاحب نے رخصت کی اجازت چاہی اور جس بات کی تحقیق کیلئے خاص کر آئے تھے اس کے استفسار کی ہمت نہ کر سکے۔ قاضی صاحب جب اٹھنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ کیوں قاضی صاحب اصل مقصد جس کیلئے آپ تشریف لائے تھے اس کے معلوم کئے بغیر ہی آپ کیسے جا رہے ہیں۔ حاضرین کو حیرت ہی ہوئی مگر قاضی صاحب آپ کے اس انکشاف پر پسینے پسینے ہو گئے اور ڈرتے ڈرتے عرض کی کہ حضور مولویوں نے میر صدر جہاں اور مجھ سے کہا تھا کہ حضرت کے متعلق یہ سنا گیا ہے کہ آپ اَلنَّاسُ کُلُّھُمْ عبدٌ لِّی (العیاذ) فرماتے ہیں۔ یہ جملہ بظاہر ابہام رکھتا ہے اس کی وضاحت کیلئے میں مجبور ہو کر حضور کی بارگاہ میں آیا تھا مگر رعب ولایت کی وجہ سے

---

[۱] لطائف اشرفی۔ (مؤلف)

میری ہمت نہ پڑسکی۔

حضرت غوث العالم نے فرمایا کہ قاضی صاحب! یہ تو بڑی آسان بات ہے لفظ اَلنَّاسُ پر الف لام عہد کا ہے۔ اس طرح اس جملے کے معنی ہوتے ہیں کہ بہت سے لوگ میرے غلام ہیں۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ بیشتر لوگ بندہ ہوس ہیں اور ربِ قدیر نے ہوائے نفس کو میرا تابع و محکوم بنا دیا ہے تو وہ سب لوگ جو بندۂ ہوس ہیں ہمارے محکوم کے محکوم ہوئے یا نہ ہوئے۔ اس کے ساتھ حضرت نے یہ فرمایا کہ مجھے ایک واقعہ یاد آیا کہ ایک بادشاہ نے کسی درویش کو لکھا کہ آپ مجھ سے جو کچھ طلب فرمائیں میں آپ کو دونگا درویش نے اُسکے جواب میں بادشاہ کو ایک رُباعی لکھ کر بھیجدیا۔

از حرص ہوا دو بندہ دارم　　　　　اذر ملک خدائے بادشاھم
تو بندۂ بندگان مائی　　　　　از بندۂ بندگاں چہ خواہم

قاضی صاحب کی تشفی ہو گئی اور خوش خوش واپس آئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد حضرت نے اپنے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کس روسیاہ نے میری بات غیر دل تک پہنچائی۔ حاجی صدرالدّین جن سے یہ غلطی ہوئی تھی وہ بھی موجود تھے حضرت نظام غریب یمنی لکھتے ہیں کہ حضرت کے روسیاہ فرماتے ہی حاجی صدرالدّین کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

ملک العلماء قاضی شہاب الدّین کو حضرت بہت عزیز رکھتے تھے اور انہیں پہلی مرتبہ آپ ہی نے ملک العلماء کہا تھا۔ حضرت کا دیا ہوا یہ خطاب اس درجہ مقبول ہوا کہ اب بھی علمی دنیا میں ملک العلماء قاضی شہاب الدین کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

کتاب مکتوباتِ[۱] اشرفی جو حضرت قدوۃ الکبرےٰ غوث العالم مخدوم سلطان اشرف جہانگیر سمنانی کے ان خطوط کا مجموعہ ہے جو آپ نے اپنے مریدین خلفاء اور ارادتمند

---

[۱] حضرت صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ پیش لفظ ملاحظہ فرما کر معلوم کر لیجئے۔ (مؤلف)

منددں کو لکھے تھے ۔ دستور تھا کہ جب آپ کسی کو کوئی نامۂ مبارک تحریر فرماتے تو اسی کی ایک نقل آپ کے کتاب دار کے پاس رکھ دی جاتی جو بعد میں کتابی شکل کے ساتھ آج بھی خاندان اشرفیہ و دیگر کتب خانوں کی زینت ہے ۔ اس میں کئی خطوط قاضی صاحب کے نام کے بھی ہیں ۔ جن القاب سے آپ نے قاضی صاحب کو یاد کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ان کی کتنی عزت فرماتے تھے ۔

ایّامِ آخر

حضرت نے محرم ۸۰۸ھ کا چاند دیکھ کر بحد مسرت کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کاش جدِ مکرم امام عرش مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت نصیب ہو جاتی پہلی ہی تاریخ کو آپ کا مزاج مبارک ناساز ہو گیا جس کی وجہ سے گفتگو کم کر دی اگر کوئی شخص سوال کرتا تو آپ فرماتے کہ تمہارے اس سوال سے بہتر کام میرے پیش نظر ہے ۔ آپ کی ناسازگئ مزاج کی خبر سن کر دور دور کے لوگ مزاج پرسی کیلئے آنے لگے ۔ کسی کے پوچھنے پر بھی آپ اپنی تکلیف کا اظہار فرماتے بلکہ اپنے معمولات و وظائف بہ پابندئ وقت ادا فرماتے رہتے ۔ حضرت نور العین ، حضرت درِ یتیم اور قاضی حجت کو بلا کر فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ زندگی ہی میں میری قبر بنجائے چنانچہ اس کا انتظام بھی ہونے لگا ۔ لوگوں کو حیرت تھی کہ آپ کی علالت تو ایسی نہیں ہے جس سے اس بات کا وہم بھی ہو سکے کہ آپ تندرست نہ ہو سکیں گے اسلئے قبر بنوانے کا حکم فرمانے کے بعد بھی کسی کو آپ کی صحت سے مایوسی نہ تھی ۔ مخدوم زادہ حضرت نور قطب عالم پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ و شیخ الاسلام رومی بسلسلۂ سیاحت روح آباد آ گئے اور پیر حرم حضرت نجم الدین بھی اچانک وارد روح آباد ہوئے ایک دن پیر زادہ نور قطب عالم نے فرمایا کہ اللہ آپ کو صحت عطا فرمائے ۔ آپ پدر بزرگوار کی یادگار ہیں حضرت نے فرمایا کہ درازئ عمر اور صحت مخدوم زادے کو عطا ہو ۔ میرے اور خدا کے درمیان اب ایک خفیف سا حجاب رہ گیا ہے اب مناسب یہی ہے کہ دوست دوست سے ملجائے ۔

دل زتن عریاں شد و جاں از خیال ۔ ؛ ۔ می خرامد در نہایاتِ وصال

آپ کے اس ارشاد پر تمام حاضرین کو رقت طاری ہو گئی اور لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور حضرت نورالعین کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ نفقت محرم کو ابرار مزاج پرسی کیلئے آئے اور عرض کی کہ ابھی چندے اور اس عالم سفلی میں قیام فرمایئے اس لئے کہ آپ ہدایت خلق کا ذریعہ اور تبلیغ دین کے نقیب ہیں حضور نے فرمایا کہ معبود برحق نے بارہ سال سے تصرفات کی کنجیاں مجھے عنایت فرما دی ہیں مگر میں نے ادبا مرضی مولٰے از ہمہ اولٰے پر عمل کرتے ہوئے کوئی تصرف نہ کیا اب دل نہیں چاہتا کہ سرائے عالم میں قیام کروں۔ سولہ تاریخ کو ابدال بھی تشریف لائے ایک دن بعد اوتاد بھی آگئے اور سب لوگوں نے فرمایا کہ آپ اپنا مقام کسی کو تفویض فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی کوئی شخص طے نہیں ہوا۔ سترہ تاریخ کو دن بھر آپنے تمام معمولات بھی ادا فرماتے رہے اور گفتگو بھی فرماتے رہے۔ اٹھارہ انیس بیس تاریخوں میں آپ بیہوش رہے صرف نماز کے وقت آپ کو ہوش آتا اور آپ ادائے فرض فرماتے اکیس تاریخ کو کچھ افاقہ ہوا تو آپنے آنکھ کھولی اور لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے تو بعض اصحاب نے کیفیت مزاج دریافت کیا۔ آپنے فرمایا کہ میرے حال کو پیر حرم نجم الدین سے دریافت کرو وہ بتائیں گے۔ لوگوں کے دریافت کرنے سے انہوں نے بتایا کہ آپ کی تکمیل روحانی میں کچھ کمی تھی اس تین دن میں پوری ہو گئی۔ بائیس تاریخ سے لوگوں کا ہجوم شمار سے باہر ہو گیا اسلئے کہ زمانے کے مشائخین اولیا بھی جمع ہو گئے تھے علماء و فضلا بھی موجود تھے۔ دیار و امصار کے لاتعداد مریدین بھی حاضر تھے۔ آپنے ہر ایک کو اس کے مناسب حال دعائیں مرحمت فرمائیں۔

تفویضِ مقام

ستائیس محرم کی صبح نماز فجر میں حضرت نے ایک نامعلوم شخص کو امامت کا حکم دیا۔ لوگوں کو بے حد حیرت ہوئی اسلئے کہ حضرت ہمیشہ خود ہی امامت کرتے تھے۔ جماعت ختم ہونے پر حضرت نورالعین رونے لگے اور فرمایا کہ آج میری دنیا تاریک ہو گئی۔ دوسرے کو امام بنانا اس امر کی دلیل ہے

کہ اپنا مقام کسی دوسرے کو سپرد کردیا گیا۔ حضرت غوث العالم نے وظائف و نماز اشراق وغیرہ سے فراغت پاکر حجرۂ خاص (وحدت آباد) ہی میں کچھ مخصوص لوگوں کو طلب فرمایا جس میں زمانے کے اخیار و ابدال و اوتاد و ابرار کے ساتھ آپ کے خلفائے خاص بھی تھے۔ پیر حرم حضرت نجم الدین کبرٰے بھی اس نشست خاص میں موجود تھے۔ جب سب لوگ آچکے تو حضرت نے فرمایا کہ معبود برحق نے مجھے جب تک تم لوگوں میں رکھنا چاہا رہا۔ اب مجھے واپسی کا حکم ہے جس کو میں نے بسر و چشم اور بطیب خاطر منظور کیا۔ میں نے تم لوگوں کو اسلئے بلایا ہے تاکہ بتا دوں کہ میرے دنیا سے چلے جانے پر کوئی شخص غمگین نہ ہو۔ میں اپنے لئے کسی کو آنسو بہاتا دیکھنا پسند نہ کروں گا۔ میں بظاہر تم لوگوں میں نہ رہوں گا لیکن تم لوگ مجھے اپنے سے جُدا بھی نہ سمجھنا۔ تمہارے احوال کا میں ہمیشہ نگراں رہوں گا تلقین صبر کے اور دیگر کلمات فرمانے کے بعد آپنے اسی محفل میں حضرت نورالعین کو سجادگی کیلئے نامزد فرمایا۔ حضرت نورالعین کا برا حال تھا انہیں غش پہ غش آنے لگے۔ حضرت نے ان کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا نورالعین تم اس قدر دل تنگ نہ ہو میری روحانی تصرفات ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں گی۔ رہ گیا یہ آنا جانا تو لازمہ بشریت ہے۔ حضرت نورالعین نے فرمایا کہ حضور آج سے پہلے مجھے آپ کی صحت کی پوری توقع تھی لیکن آج کی گفتگو نے مجھ پر کوہ غم گرادیا۔ اس اچانک اظہار سفر آخرت نے میری دنیا اندھیری کردی۔ اب اس بھری دنیا میں میرا سرپرست کون ہوگا۔ میں نے تو آپ سے کوئی ہدایت نامہ بھی نہ لکھا لیا جس کی روشنی میں میں اپنی زندگی کے ایام گزارتا۔

رسالہ قبریہ

حضرت غوث العالم نے کاغذ، قلم، دوات منگایا اور قبر شریف میں (جو بن کر تیار ہو چکی تھی) چلے گئے ایک شبانہ روز وہیں رہے۔ دوسرے دن ایک مضمون لکھ کر لائے جس کو آپنے حضرت نورالعین کے سپرد فرمادیا۔ یہی مضمون رسالہ قبریہ و بشارۃ المریدین کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا اقتباس میں یہاں پیش کر رہا ہوں اس سے اندازہ ہوگا کہ حضرت کا مقام بلند کیا تھا اور آپ کا

کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ نیز اپنے عقائد میں کتنے ٹھوس اور راسخ ایقان کے مالک تھے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحَانَ مَنْ عَزَّ شَانُہٗ وَ تَمَّ بُرْھَانُہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ اَفْضَلِ الْاَنْبِیَاءِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

میرے دینی بھائیوں دینی دوستوں اور دینی رفقاء کو معلوم ہو کہ میں اللہ کے ذات وصفات پر ایمان رکھتا ہوں اور سچ جانتا ہوں کہ اس کے سارے احکام قبول کئے ہیں اور میں ان تمام چیزوں پر ایمان و اعتقاد رکھتا ہوں جو اہل اسلام و ایمان والوں کا ہے نیز اللہ و رسول کا ارادہ ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالٰی ہے اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ

"میں اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے تمام اہل اسلام اور تابعین پر بعد انبیاء فضیلت اصحاب کا بھی اعتقاد رکھتا ہوں یعنی افضل صحابی اور مستحق خلافت ابوبکر ابن قحافہ ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ہیں۔ میرے دینی فرزندوں، بھائیوں، معتقدوں، مریدوں اور چاہنے والوں کو معلوم ہو کہ میں اس اعتقاد کا تھا اور ہوں نیز ابدالآباد تک رہوں گا۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جیسے تم زندگی میں رہتے ہو اسی حال پر مرتے ہو اور جس حال پر مرتے ہو اسی طرح اٹھائے جاؤ گے اور جیسے اٹھائے جاؤ گے ویسا ہی حشر ہو گا۔ جو یہ اعتقاد نہیں رکھتا گمراہ و زندیق ہے میں اس سے بیزار ہوں اور خدائے عزّ و جل اس سے راضی نہیں۔ فقیر پر گیارہ سو ۱۱۷۰ ستر مرتبہ سے زائد وحدانیت کی تجلی جمال ہوئی اور جو نوازش و اکرام مقربان حضرت الوہیت سے اس فقیر پر ہوئیں تحریر نہیں کی جا سکتیں اور ہاتف غیب نے پردۂ ملکوت سے باواز بلند کہا کہ "اشرف ہمارا محبوب ہے"، اور اشرف کے صدقے میں اسکے تمام مریدین کے دفتر عصیاں پر قلم عفو پھیر دیا اور انہیں بخش دیا"۔ میں اس آخری

خوشخبری کو اپنے مریدین و معتقدین کو پہنچا رہا ہوں۔

موقع تھا کہ میں اس جگہ پورا رسالہ نقل کر دیتا لیکن بشرط تائید الٰہی ارادہ ہے کہ حضرت غوث العالم محبوب یزدانی سلطان اوحد الدین مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز کی بیش بہا تصنیفات کے ترجمے کا سلسلہ شروع کر دوں اس وقت یہ رسالہ ایک مستقل کتاب کا عنوان ہو سکتا ہے نیز اس کی تفصیلات پر روشنی ڈالنے کی اس مختصر کتاب گنجائش بھی نہیں ہے۔ اسلئے یہاں اقتباس کو کافی سمجھا گیا۔

ایثار تبرکات

اٹھائیس[۲] محرم کی صبح کو آپ جلوہ افروز تھے اور شیخ نجم الدین پیر حرم آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ دیگر اکابرین مشائخ بھی موجود تھے۔ آپ کے اجل خلفا بھی حاضر تھے۔ دور و نزدیک کے بے شمار مریدین و معتقدین بھی مؤدب بیٹھے تھے سب کی موجودگی میں حضرت نے نور العین کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ تبرکات کا بقچہ بھی لیتے آئیں۔ جب حضرت نور العین تشریف لائے اور بقچہ حضرت غوث العالم کی خدمت میں رکھا تو آپ نے اُسے کھولا۔ اس میں چار خرقے اور بہت سے تبرکات تھے جو سیاحت عالم کے سلسلے میں آپ نے بزرگان ملت سے پائے[۱] تھے۔ چاروں خرقے تو آپ نے حضرت نور العین قدس سرہ العزیز کو تفویض فرمائے پھر ان کے صاحبزادوں کو طلب فرمایا پہلے حضرت شمس الدین کو باریاب کیا انہیں دعائیں مرحمت فرمائیں اور ارشاد فرمایا کہ صاحب علم ہو گا مگر عمر کم ہوگی۔ (چنانچہ عالم تجرد ہی وصال فرما گئے) پھر شاہ سید حسن کو طلب فرمایا کچھ تبرکات عنایت فرمائے اور ارشاد ہوا کہ حسن ما

---

[۱] یہی چاروں خرقے حضرت نور العین قدس سرہ العزیز نے اپنے چار فرزندوں حضرت حسن حضرت حسین حضرت حاجی احمد اور حضرت فریاں رحمہم اللہ کو مرحمت فرما کر صاحبان مقام بنایا۔ [۲] جو بعد میں سرکار کلاں کہلائے

احسن الوجوہ و اکبر الوقوہ شود پھر شاہ حسین[1] کو بلا کر کچھ تبرکات دیئے اور فرمایا کہ حسین ثانی ماست کہ از وے خاندان بزرگ صادر گردد۔ پھر شاہ سید[2] احمد حاضر ہوئے انہیں بھی تبرکات مرحمت فرمائے اور ان کے لئے ارشاد ہوا کہ احمد مسمیٰ باسم نبوی است موصوف بصفات مصطفوی شود از تو فرزندان عزیز الوجود و صاحب الجود شوند۔ سب کے بعد شاہ سید[3] فرید بلائے گئے اور بعد عنایت تبرک فرمایا کہ فرید ثانی کہ از تو بوئے محبت می آید۔

وصالِ حقیقی ظہر کے وقت تک آپ انہیں تمام مصروفیتوں میں منہمک رہے جب مؤذن نے اذان ظہر کہا تو حضرت نے سنت ادا فرما کے امامت کیلئے حضرت نور العین کو حکم دیا اور انہیں کی اقتدا میں آپ نے نماز ادا کی۔ بعد نماز آپ خانقاہ عالم پناہ میں آکر رونق افروز ہوئے اور سماع کا حکم فرمایا۔ خانقاہ میں اژدہام خلائق سے تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ قوال آئے محفل شروع ہوئی۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار گاتے ہوئے جب قوال نے اس شعر کو پڑھا کہ :-

خوب تر زیں دگر چہ باشد کار   یار خنداں رود بجانب یار

تو حضرت پر کیفیت طاری ہوگئی اور اس درجہ خروش بڑھا کہ حاضرین خوفزدہ ہوگئے قوال اسی شعر کو بار بار دہرا رہا تھا اور حضرت کا جوش بھی بڑھتا ہی جا رہا تھا اور حضرت اقدس کے زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

گمر بدست تو آمدست اجلم   قد رضینا بما جرا لقلم

---

[1] وسعت خاندان اشرفیہ آپ کی مرہون منت ہے کچھوچھہ شریف بسکھاری بارہ بنکی، بستی مونگیر میں شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان پھیلا ہوا ہے۔ [2] آپ کا خاندان جائس میں ہے۔

[3] چند پشت کے بعد آپ کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ مذکور الصدور تین بزرگوں کی نسل پاک خاندان اشرفیہ کہلاتی ہے اور تینوں خاندان میں رسم سجادگی، ت مخدوم صاحب ہوتا ہے۔ (مؤلف)

قوّال اور پورا مجمع آپ کے ناقابل بیان و تحریر حالت سے بیحد سراسیمہ تھے آخر پیر حرم کے اشارہ پر قوّال نے دوسرا شعر پڑھا کہ :-

سر بنید جمال جاناں را　　　جاں سپارو نگار خنداں را

ادھر قوّال نے شعر کو پورا کیا اور ادھر روح غوث نے جوار قدس کی راہ لی۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ

شیخ عبدالرحمٰن مؤلف مراۃ الاسرار نے اپنی کتاب میں ۲ دو قطعے لکھے ہیں جن میں حضرت کی تاریخ وصال ہے۔ بوصلِ حق دہد جاں منتہی

۸۰۸ ھج

سید اشرف بُد جہانگیر جہانِ معرفت　　　گشت چوں در بزم قرب از سرّ وصلش آگہی
از پئے سالِ وصالش از خرد کردم سوال　　　گفت تاریخش ،، بوصلِ حق دہد جاں منتہی

چو سید اشرفِ شاہ جہانگیر　　　دُرِ جاں را بہ سلکِ وصلِ حق سفت
خرد از بہر تاریخ وصالش　　　بوصلِ حق دہد جاں منتہی ،، گفت !

اشرف المومنین　　　نور ہشواہ　　　دافع الکبریت　　　بھی مادہ ہائے تاریخ ہیں

۸۰۸ ھج　　　۸۰۸ ھج　　　۸۰۸ ھج

ارشاداتِ زرّین

حضرت فرماتے تھے کہ زاہد بے علم شیطان کا تابعدار ہوتا ہے۔

فرمایا کہ عالم بے عمل ایسا ہے جیسے بے قلعی کا آئینہ۔ حضرت نے اس کی ایک مثال دی کہ اگر کوئی شخص جنگل سے گزر رہا ہو اور اسکے پاس اعلیٰ درجے کی دس تلواریں ہوں۔ اتفاقیہ کوئی شیر نکل پڑے تو کیا جب تک ان ہتھیاروں کو استعمال نہ کرے شیر کے حملے سے بچ سکے گا۔ ٹھیک اسی طرح اگر کوئی شخص بڑا ہی فاضل ہو جائے اور عمل سے بے نیاز ہو تو وہ علم اس کو نجات نہ دے گا۔

فرمایا کہ جو شخص بے محل علمی گفتگو کرتا ہے تو اُسکے کلام کے نور کا دو حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ اگر کوئی جان لے کہ اب اسکی زندگی میں صرف ایک ہفتہ باقی رہ گئے تو چاہیئے کہ علم فقہ میں مشغول ہو جائے کیونکہ علوم دین سے ایک مسئلہ کا جان لینا ہزار رکعت سے افضل ہے۔

فرمایا کہ ہر بزرگ کی کوئی بات یاد کرلو اگر یہ نہ ہو سکے تو ان کے نام ہی یاد کرلو کہ اس سے نفع پاؤ گے۔

فرمایا کہ اگر کسی صوفی کو دیکھو اور وہ تمہاری نظر میں نہ جچے تو اس کو ذلیل نہ سمجھو کہ یہ محرومی اور حجاب کی دلیل ہے۔

فرمایا کہ بادشاہوں اور امیروں سے درویشوں کو ضرور ملنا چاہیئے اور باحسن وجوہ اصلاح کرنا چاہیئے۔

فرمایا کہ جب کسی شہر میں پہنچو تو وہاں کے بزرگوں کی زیارت کرو پھر وہاں کے بزرگوں کے قبور کی زیارت کیلئے جاؤ۔

فرمایا کہ متوکل کی تین علامتیں ہیں۔ اوّل سوال نہ کرے۔ دوسرے فتوح آئے

موضوعِ گفتگو حسنِ اخلاق اور اصلاحِ معاشرہ رہتا ہے۔ اکثر اخلاق نبوی کے دل نشیں پیرایہ میں ترغیب دیتے ہیں۔ آپ کی بارگاہ سے ہر عمر، ہر طبقہ، ہر شعبۂ حیات اور ہر معیار کے لوگ یکساں فیض یاب ہوتے ہیں۔ ایثار و اخلاص کی خصوصی تلقین فرماتے ہیں اور خود بنفس نفیس تو اس کا مرقع ہیں۔ خود ارشاد فرماتے ہیں ؎

کتنے ایوانوں کی زینت میری ہمت کا ثبوت
میرا غم خانہ میرے اخلاص کا جرمانہ ہے
جیب و داماں دونوں خالی نام ہے اس کا نعیمؔ
مومنِ مخلص ہے اندازِ سخن رندانہ ہے

خانقاہ اور اہلِ خانقاہ

ایک مرتبہ خانقاہ شریف "زاویۃ النعیم" میں مشہور صحافی جناب طیشؔ صدیقی صاحب نے اپنے رسالہ کے لئے ایک انٹرویو لیا۔ چنانچہ ایک سوال تھا۔ خانقاہوں کے ذریعہ ملک و ملت کی خدمات، آپ ہی کے الفاظ میں جواب ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں۔ "وہ خانقاہیں صاحبانِ سلسلہ اور مقدس صوفیائے کرام ہمیشہ اپنوں کا نخچیر رہے ہیں۔ یہ بہت تلخ مگر مگر معروف حقیقت رہی ہے۔" ان کی زندگی کا سب سے تابناک پہلو یہ رہا کہ غمِ دل اور غمِ دوراں کے یہ شہباز اپنے پیچھے تبلیغ عقائد، حقائق و معارف نیز اخلاق مصطفوی کی ایسی روشن اور ناقابلِ انکار تاریخ چھوڑ گئے جس کا انکار اغیار بھی نہ کر سکے۔

خانقاہوں کے ذریعہ اس دور میں بھی تبلیغ کی کارگزاریاں فیض بخش رہیں۔ عبدالملک کے شوکت و غلبہ کے بعد چالیس ۴۰ علماء عصر کی دستخطوں سے مزین یہ فرمان ایشیا و افریقہ کے ممالک محروسہ میں جاری کیا گیا جس کے مندرجات کا مفہوم یہ تھا کہ ظل اللہ کا حکم و قانون تنقید سے بالاتر ہے اور اگر کسی نے یہ جسارت بیجا کی تو حق یہ ہے کہ اس کی گردن کو بارِ سر سے سبکبار کر دیا جائے۔"

۸۰ — ۱۳۰ھ تک پورے بیس ۲۰ سال اسلام و مسلمانوں کے لئے بے حد تباہی، خوں ریزی اور طوائف الملوکی کے گذرے۔ اسلام کی علمی اور اخلاقی تحریکات پر

تو واپس نہ کرے تیسرے جو آئے اس کو جمع نہ کرے۔

فرمایا کہ فی الحقیقت متوکل وہ ہے جس کی نظر اسباب کے بجائے سبب کے پیدا کرنے والے پر ہو۔

فرمایا کہ ایمان میان خوف و رجا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو جیسے کہ پرندے کے دونوں بازو! جب تک دونوں میں طاقت پرواز نہ ہو چڑیا اڑ نہیں سکتی۔

فرمایا کہ خدا ہر مسلمان کو بخل سے بچائے اس لئے کہ بخل کافروں کی خصوصیت ہے۔

فرمایا کہ جو شخص ریاضت و مجاہدہ نہ کرے گا اُس کو دولت مشاہدہ نہیں حاصل ہو سکتی۔

فرمایا کہ خدا کا دوست جاہل نہیں ہوتا۔

فرمایا کہ کسی کو چشم حقارت سے نہ دیکھو اس لئے کہ بہت سے خدا کے دوست اس میں چھپے رہتے ہیں۔

فرمایا کہ محب کا محبوب کی ذات میں فنا ہو جانے کا نام توحید ہے۔

فرمایا کہ انتہائے معرفت خدا کا اس طرح پاتا ہے کہ اس سے جُدا نہ ہو جیسے بصارت بے آنکھ اور سماعت بے کان نہیں ہو سکتی۔

فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو صفاتِ خدا سے متصف ہو سوائے وجوب و قدم کے۔

فرمایا کہ خدمتِ خلق نوافل پڑھنے سے بہتر ہے۔

فرمایا کہ کھانا تین طرح کا ہوتا ہے۔ فرض، سنّت، مباح، کھانے کی وہ مقدار جو انسان کو ہلاکت سے بچائے فرض ہے اور جتنی غذا عبادت یا پیشہ کیلئے ضروری ہو سنّت ہے اور پیٹ بھر کھانا مباح ہے لیکن سیری سے زیادہ کھانا حرام ہے صرف روزہ کی نیت یا مہمان کی خاطر سے زیادہ کھانا معاف ہے۔

فرمایا کہ رات کا کھانا کبھی نہ چھوڑنا چاہیئے اس لئے کہ اس سے ضعف اور بڑھاپا پیدا ہوتا ہے۔

حضرت کے اجلّہ خلفاء

غوث الوقت حضرت شاہ سیّد عبد الرزّاق جیلانی قدس سرہٗ آپ کا ذکر پیش نظر سوانح میں آچکا ہے۔ یہ آپ کے فرزند معنوی تلمیذ خاص خلیفہ اور سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت شیخ نظام غریب یمنی رحمۃ اللہ علیہ جامع لطائف اشرفی۔ انہوں نے اٹھاونؔ سال پیر و مرشد کی خدمت میں گزارے آپ کا تذکرہ بھی آچکا ہے۔

حضرت مولانا شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ متوطن سرہرپور (نواح جونپور) یہ حضرت کے بڑے محبوب خلفاء میں تھے۔ حضرت نے ان کے کمالات ولایت کا ذکر خود فرمایا حضرت کا ارشاد ہے کہ شیخ کبیر اپنے زمانہ کے نادر الوجود ولی اللہ تھے۔ اس سے ان کی عظمت و مقام بلند کا اندازہ بھی ہو سکتا ہے۔ آپ کا ذکر بھی ضمناً کیا گیا ہے۔

حضرت محمد دُرّ یتیم ابن حضرت مولانا شیخ کبیر رحمہما اللہ آپ کے والد ماجد کا انتقال آپ کے طفولیت ہی میں ہو چکا تھا۔ حضرت نے ان کی تعلیم و تربیت خود فرمائی۔ کمال شفقت سے آپ انہیں درّ یتیم کہا کرتے تھے۔ بعد میں وہ اسی نام سے ہی یاد کئے جانے لگے۔ آپ نے ان کے لئے فرمایا کہ فرزند محمد در یتیم اور دوستوں کے سر کا تاج ہے۔ آپ کا اجمالی ذکر بھی آیا ہے۔

حضرت مولانا شیخ شمس الدین فریادرس اودھی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث العالم کے بڑے عزیز مرید و خلیفہ تھے۔ بکمال شفقت سے آپ فرمایا کرتے کہ اشرف شمس و شمس اشرف یہ اتحاد ارادت کا اعلیٰ معیار ہے مختصر حال لکھا گیا۔

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی حضرت کے نامور خلفاء میں تھے۔ مشہور بات ہے کہ شاگرد کی عظمت سے استاد کی بڑائی معلوم ہو

لے ۵۳۵ھ ہجری میں سعادت خدمت حاصل کی اور وصال کے وقت تک حضرت ہی کے زیر سایہ رہے (مؤلف)

سکتی ہے۔ یہ حضرت مولانا شمس الدین فریادرس کے استاد تھے۔

حضرت سید عثمان رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ حضرت سید محمد گیسو دراز کے خاندان کے تھے حضرت غوث العالم سے ارادت و خلافت حاصل کی تھی۔

حضرت شیخ سلیمان محدث رحمۃ اللہ علیہ بڑے کامل عارف اور بڑے زبردست عالم و محدث تھے۔ سورت کے رہنے والے اور حضرت بابا رتن کے سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت کے خاص خلیفہ تھے۔

حضرت شیخ معروف رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کا نام اس تذکرے میں آچکا ہے بڑے صاحب حال بزرگ تھے یہ اکثر سفر میں بھی حضرت غوث العالم کے ساتھ رہے جونپور میں آپ نے خلافت حاصل کی تھی۔

حضرت قاضی حجت رحمۃ اللہ علیہ علوم معقول و منقول کے منتہی تھے۔ حضرت کی ملاقات کے بعد ایسے گرویدہ ہوئے کہ روح آباد کے قریب ہی سکونت اختیار کی۔ مشہور خلفاء میں سے تھے۔

حضرت شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ یہ بڑے صاحب خرق و کرامت بزرگ تھے۔

حضرت شیخ ابوالوفاء خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ بڑے زبردست کلامی تھے ساتھ ہی ساتھ حقائق صوفیہ کے نظم کرنے کا بڑا ملکہ رکھتے تھے۔ آپ کے مخصوص خلیفہ اور نیاز مند مریدوں میں سے تھے۔

حضرت شیخ ابوالمکارم رحمۃ اللہ علیہ ہرات کے رئیس اور سلطان امیر تیمور کے فوجی افسر تھے۔ جب حضرت نے ترکستان کا سفر فرمایا تو یہ حضرت سے ملے اور ایسا ملے کہ بارہ سال تک خدمت شیخ میں رہے۔ بالکل پڑھے لکھے نہ تھے مگر صحبت شیخ اور نظر کیمیا اثر نے اسرار لدنی کا واقف کار بنا دیا اور خلافت سے سرفراز ہو کر خراسان کے صاحب ولایت بن گئے۔

حضرت شیخ صفی الدّین ردولوی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم اور فقیہہ بزرگ تھے حضرت جب ردولی تشریف لے گئے تو وہیں یہ مرید ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ جس وقت یہ بیعت ہوئے حضرت نے اپنے خادم سے فرمایا کہ کچھ شیرینی ہو تو لاؤ تاکہ میں انھیں حلوائے سلوک کھلاؤں۔ اتفاقاً نہ تو حضرت کے داروغۂ مطبخ کے پاس تھی اور نہ قریب میں کہیں مل سکی۔ خادم نے آکر مطلع کیا تو حضرت خود اٹھے اور مصری کی ایک ڈلی لاکر انہیں اپنے ہاتھوں سے کھلائی۔ آپ کا شیرخوار بچہ محمد اسمٰعیل نام کا تھا اس کو بھی لاکر آپ کے قدم مبارک پر ڈال دیا۔ حضرت غوث العالم نے فرمایا کہ یہ بھی ہمارا مرید ہے۔ شیخ صفی الدّین کے وصال کے بعد یہی شیخ اسمٰعیل باپ کے صاحب سجّادہ ہوئے۔ ان کے ایک نامور فرزند ہوئے جو دنیا میں حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔ انہوں نے سکونت ردولی ترک کر کے گنگوہ میں قیام فرمایا تھا اس لیے گنگوہی مشہور ہوئے۔ لیکن یہ چشتیہ صابریہ میں بیعت ہوئے تھے۔

حضرت شیخ خیر الدّین سدھوروی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت غوث العالم کے اجلۂ خلفاء سے تھے۔ اجودھیا میں آکر (جب کہ حضرت وہیں مقیم تھے) بیعت ہوئے خلافت حاصل کی۔ ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں حاضر تھے وضو کی ضرورت ہوئی خادم پانی ڈال رہا تھا کہ اس حالت میں کیفیت طاری ہو گئی۔ خادم پانی ڈالتے ڈالتے حیران ہو گیا۔ بہت پانی خرچ ہونے پر آپ وضو سے فارغ ہوئے۔ حضرت سے کسی نے آکر شکایت کی کہ مولانا نے اسراف بیجا سے کام لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ خیر الدّین پر وہ حالت تھی کہ پانی کیا اگر موتی لٹاتے تو بھی اسراف نہ ہوتا۔

حضرت قاضی محمّد سدھوروی رحمۃ اللہ علیہ عالم و فاضل اور قاضی تھے۔ سدھور میں جب حضرت تشریف لے گئے تو وہیں بیعت ہوئے اور وہیں سے پھر حضرت کے ساتھ لوٹ بھی گئے کچھ دنوں کے بعد خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت ابو محمّد سدھوری رحمۃ اللہ علیہ بھی سدھور کے رہنے والے

اور حضرت کے خلیفہ تھے۔

شیخ سماء الدین رحمۃ اللہ علیہ ردولی کے باشندے اور حضرت کے خلیفہ تھے۔ ردولی میں کوئی سیاہ فام فقیران کو بہت تنگ کیا کرتا تھا۔ کچھ دنوں تو یہ صبر کرتے رہے آخر میں عاجز آکر حضرت کو ایک شکایت نامہ لکھ کر بھیجا حضرت نے اس کو جواب میں انھیں لکھا جو میرے پیاروں سے کدورت رکھے گا خدا اُسے جلد رسوا فرمائے گا چنانچہ چند ہی دنوں میں وہ فقیر نگاہ خلائق میں سبک اور بے غیرت ہو گیا۔

حضرت مولانا **ابو المظفر** لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ مشاہیر علماء میں گذرے ہیں۔ حضرت غوث العالم کی توجہ خاص کے مرکز تھے۔ ان کی وجہ سے آپ لکھنؤ تشریف لیگئے شاعرانہ مذاق بھی رکھتے تھے۔ حضرت سے خلافت بھی حاصل کیا تھا۔

حضرت مولانا **علام الدین** جائسی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کی بیعت و خلافت کا ذکر ہو چکا ہے۔ جائس میں سلسلۂ اشرفیہ کی اشاعت کے خشت اوّل ہیں۔

حضرت **سیّد عبد الوہاب** رحمۃ اللہ علیہ پہلے یہ حضرت کے خدمت گزاروں میں تھے۔ ایک مرتبہ حضرت کو کچھ ضرورت سے انھیں دہلی بھیجنا پڑا۔ واپسی ان کے جوتے ٹوٹ گئے پیسے کم تھے اسلئے خرید نہ سکے اور ننگے پیر ہی قطع سفر کرنے لگے۔ جب روح آباد پہونچے تو پیروں پر آماس اور تلووں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ حضرت نے جب ان کو دیکھا تو بہت افسوس کیا اور اپنی نعلین مبارک عطا فرمائی۔ انہوں نے بکمالِ ادب اسے سر پر رکھ لیا اور اسی طرح چالیس دن تک لئے رہے۔ حضرت اُن کے انداز ارادت پر بہت خوش ہوئے اور بہ یک نظر ان کو خادم سے مخدوم بنا دیا

حضرت مولانا **شیخ الاسلام** گجراتی رحمۃ اللہ علیہ احمد آباد کے رہنے والے اور سرتاج علماء تھے۔ آپ کے ارادت کا واقعہ ضبط تحریر میں آچکا ہے اور بھی کتنے اکابرین زمانہ نے آپ سے فیوض ارادت اور برکات خلافت حاصل تھے۔

غوث العالم کی ایک غزل

وصل تو چوں دست داد ملک جہاں گو مباش — لعل تو چوں حاصل است جوہر جاں گو مباش
آیت حسن ترا حاجت تفسیر نیست — صورت خورشید را شرح و بیاں گو مباش
صف شکن عاشقاں فتنۂ آخر زماں! — غمزۂ ابروئے تست تیر و کماں گو مباش
عاشق روئے تو نیست طالب دنیا و دیں — آرزوئے جاں توئی کون و مکاں گو مباش
گردش گردوں اگر قطع شود گو بشو! — حاصل فطرت توئی دور زماں گو مباش

آتش عشق ار بسوخت خرمن ما گو بسوز!
اشرف شوریدہ را نام و نشاں گو مباش

ایک اور کلام

روح دلہا روح افزا را حبیب دیگر است — بہر بیماری دلہا را طبیب دیگر است
ہر طبیبے را نصیبے از دوا آید ولے — حضرت مخدومی ما را نصیبے دیگر است
بر منابر ہر خطیبے خطبہ می خواند ولے — خطبۂ عشقی کہ میخواند خطیبے دیگر است
از غرائب اولیاء گرچہ بسے دیدم ولے — در عجائب اصفیا ما را غریبے دیگر است

در سپاہ بے حدست گرچہ نقیبانند ولے!
اشرف سمناں بدرگاہ ہست نقیبے دیگر است!

حضور سرکار سمنان کے اوراد و اشغال اور خاندان اشرفیہ کے کچھ مشہور وظائف و نقوش

صبح اُٹھ کر وضو کرے بعدہٗ۔ سورہ انعام کی اوّل پانچ آیتہ پڑھے۔ بعدہٗ یہ دعا پڑھے دس مرتبہ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا خَلْقٌ جَدِیْدٌ وَیَوْمٌ جَدِیْدٌ فَافْتَحْہُ عَلَیَّ بِطَاعَتِکَ وَاخْتِمْہُ لِیْ بِمَغْفِرَتِکَ وَرِضْوَانِکَ وَارْزُقْنِیْ فِیْہِ حَسَنَۃً فَاغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَاجِرْنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاعْفُ عَنِّیْ ۔ ایک بار

پھر صبح کی سنّت پڑھے اور پہلی رکعت میں کافرون دوسری میں سورۂ اخلاص۔ سرکار سمنان نے فرمایا کہ ناسور کے مریض کے لئے صبح کی سنّت کے اوّل رکعت میں اَلَمْ نَشْرَحْ دوسری میں اَلَمْ تَرَ کَیْفَ پڑھنا بہت مجرّب ہے۔ بعد سلام ستّر مرتبہ پڑھے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبِیْ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ رَبِّیْ۔ اس کے بعد سورہ قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ پڑھے۔ پھر اپنے مصلّے پر خاموش بیٹھا رہے تا آنکہ فرض با جماعت پڑھے۔ بعد نماز فرض دس بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ پھر ایک بار لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ وَصَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَعْدَہٗ اَعَزَّ جُنْدَہٗ فَلَا شَیْءَ بَعْدَہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَھْلُ النِّعْمَۃِ وَالْفَضْلِ وَالثَّنَآءِ الْحَسَنِ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ۝ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صَاحِبُ الْوَحْدَانِیَّۃِ وَالْفَرْدَانِیَّۃِ الْقَدِیْمَۃِ الْاَزَلِیَّۃِ الْاَبَدِیَّۃِ لَیْسَ لَہٗ ضِدٌّ وَنِدٌّ وَلَا شِبْہٌ وَلَا شَرِیْکٌ وَمُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بِاَمْرِہٖ وَوَحْیِہٖ ط

تین ۳ بار۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَکِیْمُ الْکَرِیْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ سُبْحَانَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ہ۔

ایک بار۔ اَلْحَمْدُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جَلَّ ثَنَاۤءُہٗ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یُقَدَّسُ اَسْمَاۤءُہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَعَالٰی کِبْرِیَاۤءُہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِیْمَانًا بِاللّٰہِ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَمَانًا بِاللّٰہِ مِنَ اللّٰہِ۔ لَآ اِلٰہَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَمَانَۃً مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط بعدہٗ نودونہ ۹۹ اسمائے باری تعالیٰ پڑھے۔

طلوع آفتاب سے پہلے مسبعات عشر پڑھے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی پابندی کرے اوراس کی فضیلت احاطۂ بیان سے باہر ہے۔ مشائخ چشت میں میں نے کسی کو نہ دیکھا جو اس کا پابند نہ رہا ہو۔ سفر و حضر میں۔

حضرت نے فرمایا کہ میرے پیر و مُرشد اپنے مُریدوں کو اسی سبعات کی اوّل تلقین فرماتے۔ اوّلاً سورہ فاتحہ پھر سورہ وَالنَّاسِ پھر سورہ فلق پھر اخلاص پھر سورہ کافرون۔ پھر نماز اشراق پڑھے۔ اگر دو ۲ رکعت پڑھے تو مغفورین کے دیوان (دفتر) میں اس کا نام لکھا جائے گا۔ اگر چار ۴ رکعتیں پڑھیں تو قانتین کے دفتر میں نام لکھا جائے گا۔ اور اگر چھ ۶ پڑھیں تو اوّابین کے دفتر میں نام لکھا جائے گا۔ اور آٹھ ۸ رکعتیں پڑھیں تو فائزین کے دفتر میں لکھا جائے گا۔ سرکار سمنان نے فرمایا کہ دن کی بہترین نوافل میں نماز چاشت ہے۔ کہ یہ نماز انبیاء سابقین کی واجب نماز ہے۔ شرق سے غرب تک جملہ اولیاء اس کے پابند ہیں اور ان کی وصیتوں میں ہے وَعَلَیْکَ بِالصَّلٰوۃِ الضُّحٰی فِی السَّفَرِ وَالْحَضَرِ۔ سفر و حضر میں تم کو نماز چاشت پڑھنی چاہیئے۔ کم از کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں۔ حکمن تو اوّل رکعت میں۔ بعد فاتحہ عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ۔ دوسری میں وَاللَّیْلِ۔ تیسری میں وَالضُّحٰی۔ چوتھی میں اَلَمْ نَشْرَحْ پڑھے۔ چاشت پڑھ کر سَو ۱۰۰ بار۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَیِّدْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ہ

سرکار سمنان نے فرمایا کہ عصر کی سنّت کبھی ترک نہ کرو۔ نماز عصر کے بعد سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا۔ پڑھے۔ غروب آفتاب سے پہلے۔ سبعات عشر پڑھے۔

بعد نماز مغرب اَوّابین کم از کم چھ ۶ یا پھر بیس ۲۰ رکعت پڑھے۔ پھر ذکر حلقہ کرے۔ اور اس کی بھی پابندی کرے۔

بعد نماز عشاء۔ سورہ ملک پڑھنا بہت مفید ہے۔

سرکار سمنان نے فرمایا کہ نماز تہجّد صوفیائے کرام کے نزدیک بہترین عبادت اور خوب ترین نفل ہے۔ فرمایا کہ تہجّد اللہ کی محبّت کی کُنجی ہے۔ صدیقوں کے آنکھوں کا نور ہے۔ اور فرائض نمازمیں جو خامی و کوتاہی رہ جاتی ہے اس نقصان کو پورا کرنے والی ہے۔ گناہوں کا کفارہ ہے۔ عارفوں کی نشاط روح اور ابرار کے لئے سرور قلب ہے۔

فرمایا کہ ہر سعادت دینی اور قبولیت دُعا مجھے اسی تہجّد گذاری کے بدولت حاصل ہوئی۔

سلامتی ایمان۔ زندگی خیر و سلامتی اور ایمان کے ساتھ گذرے۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ o

برائے حفاظت۔ جنّات۔ شیطان۔ دیو۔ پری اور سحر کے شر سے محفوظ رہے۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ o

علاج مرض لادوا۔ جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد سے مغرب تک

یَا اَللّٰهُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ پڑھتا رہے اور اکیس ۲۱ روز تک پڑھے انشاءاللہ اسی دوران میں صحت ہوجائے گی۔ مرض الموت ہو گا تو نہ پڑھ سکے گا۔

افلاس و تنگدستی۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ (بلا تعداد پڑھے)

ادائیگی قرض۔ ۴۱ دن تک ۵ بار ہر نماز کے بعد پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ

ہے بغیر حساب ۵ تک پڑھے۔

درازی عمر و ترقی رزق ۔ فرائض پنجگانہ کے بعد تین ۳ مرتبہ سورۂ اخلاص ۔ تین ۳ مرتبہ درود شریف پڑھ کر یہ آیت پڑھے :-

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّ یَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ

گھر کی حفاظت ۔ سوتے وقت سات ۷ مرتبہ آیت الکرسی پڑھ کر مکان کے گوشوں پر دم کرے ۔ آہنی حصار ہو جائے گا ۔

دشمن سے حفاظت ۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ نِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ؕ (بلا تعداد پڑھے)

خوفناک خوابوں کے لئے ۔ سورہ فلق سورہ ناس ۔ تین تین بار اول و آخر درود شریف کے ساتھ ۔

دفع مشکلات کے لئے ۔ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ؕ

قضائے حاجات ۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّ ھَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ؕ

نظر بد و حفاظت از دشمناں و سحر وغیرہ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ؕ

شفائے امراض و حفاظت بلیات

۷۸۶

۲۳۶۵	۲۳۶۸	۲۳۷۱	۲۳۵۷
۲۳۷۰	۲۳۵۸	۲۳۶۴	۲۳۶۹
۲۳۵۹	۲۳۷۳	۲۳۶۶	۲۳۶۳
۲۳۶۷	۲۳۶۲	۲۳۶۰	۲۳۴۲

جمود طاری رہا۔ اس کے بعد ہی عبد الملک نے کسی طرح غلبہ حاصل کر کے امن وسکون برباد کردیا مگر مذہب اور سیاست الگ الگ خانوں میں بٹ گئے، اور سیاست کی بالادستی قائم ہوگئی۔ نشان زدہ عبارت فرمان روشن ثبوت ہے۔ بصد اکراہ اہلِ حق اور عام مسلمانوں نے اسے منظور کرلیا اس لئے کہ کوئی چارہ کار نہ رہ گیا تھا۔ اہل حق کی ایک جماعت کتاب وسنّت کی تبلیغ واشاعت میں مشغول ہوگئی۔ ایک جماعت نے زہد و توکل اختیار کر کے تعلیمات اخلاق اور تبلیغ واشاعت اسلام کی طرف متوجہ ہوگئی۔ چنانچہ اموی عہد سے لے کر عباسی دور تک کثیر التعداد نفوس قدسیہ کے تذکرہ وسیر سے اوراق تاریخ روشن ہیں اور موجودہ صدی تک ان کا سلسلہ قائم و دائم ہے۔ چنگیزی ہلاکت خیزی اور اس کے لائے ہوئے سیلاب بلا میں صوفیائے کرام کی یہ سرگرمی تھی کہ عالم اسلام کے مظلوم مسلمانوں کو ایک طرف دولت عزیمت بخشی اور دوسری طرف اسی سیلاب ہلاکت کو ایک نئی زندگی بخشنے کی تدبیروں میں لگ گئے اور نہایت کامیاب انقلاب برپا کردیا۔ یعنی اس پاکباز جماعت نے ان سفاکوں اور خونریزوں کو اپنی شخصیت کی عظمتوں کے توسّل سے اسلام کی صداقتوں کو سمجھانے میں کامیابی حاصل کرلی اور ان صنم کدوں میں کعبہ کے پاسبان ڈھونڈ لیے۔

اکبری فتنہ اور جہانگیری فسق کو حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ کی روحانیت نے شکست دی۔ آج پھر انھیں صاحبان عزیمت کی ضرورت ہے۔ آج ضرورت ہے کہ صوفی عالم ہوں اور عالم صوفی ہوں۔ لیکن صاحب استعدادِ اعلیٰ اور صوفی صفائے باطن کا معیاری شخص ہو اہلِ خانقاہ کے لئے علم وعمل کے ساتھ باہمی مسلسل مخلصانہ رابطہ ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایثار وفیّاضی بھی ضروری عنصر ہیں۔ عزت نفس کے ساتھ احترام غیر کا ضرور خیال رہے۔"

حضرت کا تدبّر۔ فہم وفراست۔ جودت وذکاوت، نیز اصابت فکر ورائے بہت وسیع ہے اور طرز استدلال نہایت باوزن۔ مشکل سے مشکل معاملات ومسائل کو بڑے آسان پیرائے میں بیان فرمادیتے ہیں۔

دفع آسیب و بلیات

جبرئیل علیہ السلام ۷۸۶ میکائیل علیہ السلام

۱۵۴	۱۵۸	۱۶۱	۱۴۷
۱۶۰	۱۴۸	۱۵۳	۱۵۹
۱۴۹	۱۶۳	۱۵۶	۱۵۲
۱۵۷	۱۵۱	۱۵۰	۱۶۲

اسرافیل علیہ السلام عزرائیل علیہ السلام

بخار سے نجات کے لیے۔ نقش ہذا لکھ کر اس کے نیچے مع بسم اللہ یہ آیت کریمہ لکھ کر موم جامہ کرکے گلے میں ڈالے انشاءاللہ تعالیٰ بخار سے آرام ملے۔

۷۸۶

۸	۱۱۴۰	۱۱۴۳	۱
۱۱۴۲	۲	۷	۱۱۴۱
۳	۱۱۴۵	۱۱۳۸	۶
۱۱۳۹	۵	۴	۱۱۴۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ
وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ
اِلَّا خَسَارًا ۝

نقش اکسیر اعظم۔ برائے ہر کار و ہر مریض سحر و آسیب زعفران سے لکھ کر پلادیں۔

۷۸۶

۹۱۰۱۳۸۶	۹۱۰۱۳۸۹	۹۱۰۱۳۹۲	۹۱۰۱۳۷۹
۹۱۰۱۳۹۱	۹۱۰۱۳۸۰	۹۱۰۱۳۸۵	۹۱۰۳۹۰
۹۱۰۱۳۸۱	۹۱۰۱۳۹۴	۹۱۰۱۳۸۷	۹۱۰۱۳۸۴
۹۱۰۱۳۸۸	۹۱۰۱۳۸۳	۹۱۰۱۳۸۲	۹۱۰۱۳۹۳

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ طِبِّ الْقُلُوْبِ وَدَوَائِھَا وَعَافِیَۃِ الْاَبْدَانِ وَ شِفَائِھَا وَنُوْرِ الْاَبْصَارِ وَضِیَائِھَا وَ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ دَائِمًا اَبَدًا

برائے اختلاج قلب۔ گھبراہٹ و اُلجھن کے لئے لکھ کر مریض کے گلے میں ڈالیں۔

۷۸۶

۲۶۳	۲۵۸	۳۶۵
۲۶۴	۲۶۲	۲۶۰
۲۶۹	۲۶۶	۲۶۱

نقش بیس۔ تسخیر خلق اور آسودگی روزگار کے لئے انگوٹھی پر کندہ کرا کر داہنے ہاتھ میں پہنے۔

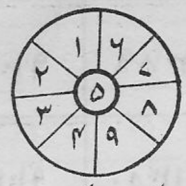

نقش بسم اللہ شریف۔ درد سر کے لئے اکسیر ہے۔ جب تک درد رہے سر میں بعدہٗ گلے میں ڈالیں۔

۷۸۶

۲۳۴۰	۲۳۳۳	۲۳۳۸
۲۳۳۵	۲۳۳۷	۲۳۳۹
۲۳۳۶	۲۳۴۱	۲۳۳۴

عمل درود شریف۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

صَلٰوۃً وَّسَلَامًا عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ط

بے شمار فضیلتیں ہیں۔ بعد نماز جمعہ دست بستہ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھا جاتا ہے۔ چند جمعہ بھی نہ گذریں گے کہ اس کے اثرات کا ظہور شروع ہوگا۔ جملہ مقاصد دینی و دنیوی کے حصول بے اولاد کو اولاد بے روزگار کو روزگار اور آنکھوں میں نور ایمان قلب میں جلا پیدا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں زیادہ ہو۔ کشف قلب کے لئے دولت مل جاتی ہے۔

حضرت کے خلفاء

حضرت شیخ طریقت کے خلفاء میں کچھ حضرات کے اسمائے گرامی جو تبلیغ دین اور اشاعت کے سلسلہ میں سرگرم عمل ہیں :

(۱) خطیب اعظم حضرت علامہ مولانا سید کلیم اشرف ولی عہد سجادہ نشین (۲) حضرت مولانا سید اجمل حسین اشرفی جیلانی سجادہ نشین آستانہ جہانگیریہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف۔ (۳) حضرت مولانا سید علیم اشرف، (۴) حضرت مولانا سید انوار اشرف ابن سجادہ نشین سرکار کلاں کچھوچھہ شریف، (۵) شہزادہ رزق اللہ شاہ، (۶) حضرت عبد الوہاب رزقی اشرفی عرف دادا بابو کوڑی نار شریف (گجرات) (۷) مجاہد سنت مولانا ظہور احمد اشرفی سربراہ اعلیٰ سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور شریف (راجستھان (۸) مولانا ابوبکر اشرفی باسنی (ناگور شریف)، (۹) مولانا سید محمد علی اشرفی لاڈنو شریف، (۱۰) مولانا سید ظہور علی اشرفی کھاٹو شریف (راجستھان) (۱۱) مولانا سید ایوب اشرفی، (۱۲) مولانا نسیم صدیقی اشرفی بھاگلپوری حیدر آباد (آندھرا)، (۱۳) مولانا فرحت زبیری اشرفی، کلکتہ (بنگال)، (۱۴) مولانا خورشید اشرفی بھدوئی۔ (۱۵) مولانا ابوالحقانی احمد حسین رضوی اشرفی مدھوبنی (بہار) (۱۶) مولانا عظمت اللہ حشمتی اشرفی سلطان پور، (۱۷) حضرت خلیفہ علی احمد اشرفی سیدپور (بنگلہ دیش)، (۱۸) صوفی اسرافیل اشرفی نیلفاماری (بنگلہ دیش) (۱۹) صوفی شاہ سلطان عالم اشرفی، ڈھاکہ (بنگلہ دیش)، (۲۰) مولانا قاری مقبول احمد اشرفی (ماریشش)، (۲۱) مولانا عبد المطلب اشرفی (ماریشش)، (۲۲) خلیفہ نور محمد اشرفی بھیونڈی (بمبئی)، (۲۳) خلیفہ شیخ انور اشرفی بھدوہی (بنارس)، (۲۴) مولانا فخر الدین اشرفی بھاؤنگر (سوراشٹر)۔ اور الحمد للہ حضرت نے اس راقم الحقیر کو بھی اجازت

و خلافت سے نوازا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرتِ شیخ طریقت کی عمر عزیز میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کے فیوض و برکات، رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کو جاری و ساری رکھے۔ آمین۔ تاکہ حضرت کے خلفاء، مریدین اور متوسلین روحانی فیوض و برکات سے تادیر مالا مال ہوتے رہیں۔

والسلام مع الاکرام

(مولانا) ایس۔ ایم۔ احمد اشرف اشرفی الج

انچارج

مخدوم اشرف اکیڈمی جائس

(رائے بریلی)

عرض مؤلف

تاریخ اگر بڑے آدمیوں کے تذکرے کا نام ہے تو میں بھی ایک بہت بڑے انسان کی سوانح نگاری کا فخر حاصل کر رہا ہوں جسکے اندر بڑائیاں سمٹ کر مجتمع ہو گئی تھیں جو واجب المحبت خاندان کے بزرگ یادگار تھے۔

کہتے ہیں کہ انسانیت کی معراج کمال بادشاہی ہے اگر یہ سچ ہے تو وہ خراسان کے بادشاہ اور سمرقند ۳۰ سال حکومت کے تاجدار تھے۔ اگر علم بھی فضیلت کا معیار ہے تو ارض ہندی کے نہیں، عالم اسلام کے شیخ الاسلام اور ملک العلماء نے ان کی علمی برتری کے سامنے جبین عقیدت رکھی ہے اور ان کی سند غلامی پر فخر کیا ہے اور اگر سیاحت عام ان کو بڑا بنا سکتی ہے تو حضرت شاہ عبدالرحمٰن کی کتاب مراۃ الاسرار اور شیخ محقق کی تصنیف اخبار الاخیار کے پڑھنے والے پر یہ چیز روشن ہو سکتی ہے کہ جس نے تیس سال سے زیادہ سفر کیا ہو اور زمین کا گوشہ گوشہ دیکھا ہو وہ کتنا بڑا انسان ہوگا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ آپ نے زمین کا جغرافیہ پڑھا نہیں بلکہ پھر کر دیکھا تھا۔

اور اگر کمالات روحانیت عظمت و بزرگی کی دلیل ہے تو ملفوظات صوفیہ اور مخطوطات مشائخ میں تین ہی محبوبوں کا ذکر آیا ہے ایک غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ دوسرے سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تیسرے غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان اوحدالدین سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ جن کی سوانح پاک ہدیۂ ناظرین ہے۔ حضرت مخدوم صاحب کی دعا ہے کہ سلسلۂ اشرفیہ قیامت باقی رہے گا۔ چنانچہ اودھ ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان کے طول و عرض میں وابستگان سلسلۂ اشرفیہ کئی لاکھ کی تعداد میں موجود ہیں اور بزرگان خاندان سے برابر سلسلے کی اشاعت ہوتی رہتی ہے۔ استاذ گرامی مخدومی حضرت سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی مدظلہ العالی کی خدمت گزاری کے سلسلے میں یو۔پی۔ بہار۔ بنگال اور بمبئی کے برادران سلسلہ سے جب ملاقاتیں ہوئیں تو یہ معلوم کرکے افسوس ہوا کہ جس آفتاب ولایت کے کرنوں کی ضیاء سے دل و نظر روشن ہیں خود اس روشن سیارے کی تفصیلی حالات سے لوگ ناآشنا ہیں حضرت سے جب گفتگو آئی تو فرمایا کہ آج سے پچیس ۲۵ سال پہلے جب میرا رسالہ اشرفی نکلتا تھا تو اُس وقت بالاقساط میں نے حضرت کی مختصر سوانح لکھ کر شائع

کی تھی و نیز لطائف اشرفی کا کچھ حصہ بھی ترجمہ ہو کر چھپ چکا تھا۔ مگر اب وہ نادر و نایاب ہو چکے۔ میرے دل پر اس واقفیت کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ چند مہینے میں ضبط نہ کر سکا اور نصف رمضان المبارک سنہ ۱۳۷۱ھ سے میں نے حضرت غوث العالم کی سوانح کا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ تجسس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ لطائف اشرفی کے سوا آپ کے مکمل سوانح کا ماخذ کوئی دوسری کتاب نہیں۔ شاہ عبدالرحمٰن اور شیخ محقق یا دوسرے بزرگوں نے جو کچھ لکھا اسی سے لکھا اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کتاب سے بڑھ کر دوسری کتاب ہو بھی کیا سکتی ہے۔ اس لئے کہ لطائف میں جو آپ کے حالات ہیں انہیں خود نوشت سوانح کا درجہ حاصل ہے اس کتاب کے مقدمے میں حضرت شیخ نظام یمنی لکھتے ہیں کہ میں ہر روز جو کچھ آپ سے سنتا اُسے لکھ لیتا اور روز یا دوسرے یا تیسرے دن میں اپنے نوشتے کو بارگاہ غوثیت میں پیش کر کے اس کی صحت کی سند حاصل کر لیتا تھا۔ گویا قلم تو شیخ نظام یمنی کا ہے لیکن مفہوم و مضمون سب حضرت غوث العالم مخدوم جہانگیر قدس سرہٗ کا ہے۔ مزید برآں ایک تہائی کے قریب لطائف اشرفی میں آپ کے الفاظ بھی شیخ موصوف نے قال الاشرف کے تحت جمع کئے ہیں۔

شیخ کے پاس ملفوظات جمع کرتے وقت حضرت کے حالات اوّل تو بالترتیب خود نہ تھے اس لئے کہ جتنا سنتے تھے وہی تو لکھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ بعض حالات کا یا تو انہیں خود علم نہ تھا یا لکھ نہ پائے تھے۔ مثلاً آپ کی طفلی اور ولادت کا ذکر۔ یہ حضرت کی دوسری کتاب مکتوبات اشرفی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اس کو حضرت شاہ عبدالرزاق نورالعین آپ کے بھانجے اور سجادہ نشین نے جمع کیا تھا۔ حضرت غوث العالم کے وصال کے بعد جب شیخ نظام نے لطائف اشرفی کی ترتیب دی تو انہوں نے اس امر کی رعایت کی کہ تمام ملفوظات کو علیحدہ علیحدہ عنوان قائم کر کے ہر عنوان کے ساتھ مناسب ارشادات اور آپ کے حالات سے جو واقعہ اس عنوان سے میل رکھتا ہو لکھ دیا۔ اس طرح انہوں نے ساٹھ عنوان لطیفہ دوم بیان معرفت وولایت ولی اور اس کے اقسام میں۔ لطیفہ سوم بیان معرفت عارف و متصرف اور رجال میں۔

حضرت غوث العالم کے ایک یا چند واقعات ہر لطیفے میں ملتے ہیں۔ اس طرح کئی سو صفحات لفظ بہ لفظ پڑھنے کے بعد آپ کے واقعات کا پتہ چل سکتا ہے۔ لطائف اشرفی میں صرف دو ایک جگہ ایسی ملتی ہیں جہاں مسلسل کئی لطیفوں میں آپ ہی کا ذکر ہے اور وہ لطیفہ بائیسواں ۲۲ ترک سلطنت و متفرقات میں۔ لطیفہ تیئسواں ۲۳ حضرت کے ظفرآباد جانے کے احوال میں۔ لطیفہ چوبیسواں ۲۴ امرا و سلاطین سے ملنے کے فوائد نیز لطیفہ پینتیس ۳۵ و چپن و چھپن و ستاون و انسٹھ و ساٹھ یہ لطائف بھی آپ ہی کے ذکر سے متعلق ہیں

اور خاتمے کے عنوان سے بھی حضرت کے کچھ حالات تھے مگر وہ حصّہ کسی بھی نسخے میں نہیں مل سکا۔ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ میں مجھے احمد آباد جانے کا اتفاق ہوا وہاں ایک عارف کامل حضرت پیر محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا آستانہ ہے۔ آستانے سے متعلق ایک کافی بڑا کتب خانہ ہے مجھے جب یہ معلوم ہوا کہ اس کتب خانے میں قلمی کتابیں زیادہ ہیں تو اس خیال کو لے کر کہ شاید لطائف اشرفی کا کوئی قدیم نسخہ ایسا ملجائے جس میں وہ آخری اوراق بھی ہوں جو اب نایاب ہوگئے ہیں۔ چنانچہ درگاہ شریف کے حاضری کی سعادت حاصل کی۔ پہلے مرقد مبارک کی طرف گیا۔ فاتحہ خوانی و فاتحہ گزاری کے بعد لائبریری پہنچا مہتمم کتب خانہ خلق مجسّم اور بہت منتظم شخص تھے۔ میں نے جب حرف مطالب عرض کیا تو نہایت خندہ پیشانی سے کتاب نکال دی پہلی خوشی تو مجھے یہ ہوئی کہ متعدد نسخوں کے دیکھنے کے بعد بھی اتنی خوبصورت جلد اور اس قدر پاکیزہ خط کا نسخہ میں نے اور نہیں دیکھا مگر یہ معلوم کرکے تو میں اچھل پڑا کہ وہ ۱۱۱۱ھ کا تحریر کردہ ہے یعنی سب سے قدیم نسخہ وہی ہے حتیٰ کہ بجنور کے اس نامکمل نسخے سے بھی جس میں ابتدا کے پندرہ لطائف نہیں ہیں اور اس کی کتابت کا سنہ ۱۱۵۰ھ ہے اس سے بھی انتالیس ۳۹ سال پہلے کا نسخہ میرے ہاتھ تھا اور میں مسرور نگاہ اور تقصدِ دل کے ساتھ اس کے اوراق الٹ رہا تھا پہلی چیز جس کو میں نے دیکھنی چاہی یہ تھی کہ اب تک کی کتاب میں خاتمہ مشتمل بر اخلاق و ادحات این طائفہ علیا" نہیں دستیاب ہوا تھا اور اس شعر کے بعد تو ایک جملہ بھی کسی نسخے میں نہیں ہے۔

خرامیدہ سوئے حریم نگار | سپردہ رواں جان شیریں بیار

لیکن یہ آرزو شرمندہ قبول نہ بن سکی اور وہ قدیم تر نسخہ بھی اسی شعر پر ختم تھا۔ اس کے بعد فن تصوّف کی فہرست خود لے کر الٹنے لگا تو ایک کتاب عجیب کا نام اور ملا۔ کتاب آنے کے بعد میرے معلومات میں ایک نادر اضافہ ہوا اس لئے کہ یہ حضرت مخدوم صاحب کی کتاب "رسالہ تحقیقات عشق" تھا یہیں سے دل میں ایک نئی امنگ نے جنم لیا اور میں سیدھا بھی حضرت محدّث صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی خدمت میں پہونچا اور اُن سے جب اس کتاب کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم پہلے شخص ہو جس نے حضرت مخدوم صاحب کی ایک اور تصنیف کا پتہ لگایا۔ حضرت کی وہ تصانیف جو میرے علم میں آسکیں وہ یہ ہیں۔

لطائف اشرفی جمع کردہ حضرت نظام غریب یمنی۔ آپ کے ارشادات و ملفوظات کا مجموعہ مکتوبات اشرفی ان خطوط کا مجموعہ جو آپ نے مشاہیر زمانہ کو بھیجے۔ اشرف الانساب تمام سلاسل اولیاء اور بادشاہوں

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ـــــــ محبوب یزدانی

طبع ـــــــ ثالث

سال طبع ثالث ـــــ ۱۹۸۷ء

مطبوعہ ـــــــ نیشنل آرٹ پرنٹرس، الہ آباد

ناشر ـــــــ مخدوم اشرف اکیڈمی، جائس۔ رائے بریلی

کے لسب نامے آپ اس فن کے امام تھے) بشارت الاخوان بعض مسائل شرعی اور اصول طریقت کا بیان ہے۔ ارشاد الاخوان۔ فوائد الاشرف۔ اشرف الفوائد اسرار تصوف و مسائل شریعت کا بیان ہے۔ مناقب السادات نام ہی سے مضمون کتاب معلوم ہوتا ہے میری نگاہوں سے نہیں گزری حجۃ الذاکرین بھی مجھے نہیں ملی۔ رسالہ تحقیقات عشق میں نے دیکھا ہے۔ فتاویٰ اشرفی، حضرت کے پاس (جو استفتے آتے تھے ان کے جواب کا عربی مجموعہ مگر اب تک نایاب ہے۔ دیوان اشرف آپکا مجموعہ کلام جواب نایاب ہے۔ اصطلاح تصوف بزبان اردو مجھے اس کی جستجو ہے۔ اس لئے کہ آج سے چھ سو برس پہلے کی کتاب اردو کی نقش اوّل ہی ہو سکتی ہے۔ ان میں سے بعض کتابیں میرے پاس ہیں۔ بعض کے نقول حاصل کرتا ہے۔ میرے دل کی تڑپ مجبور کررہی ہے کہ لاکھوں دلوں کے مرکز عقیدت کی تصنیفات سے لوگوں کو روشناس کراؤں۔ اس سلسلے میں ایک ادارے کے تشکیل کی فکر میں ہوں۔ میں اپنے علمی بے بضاعتی سے مجبور ہوں ورنہ تنہا حضرت کی بیش بہا کتابوں کے ترجمے کا عزم کرلیتا۔ بہرحال اپنی مختلف کمزوریوں کے اعتراف کے ساتھ ایک نامکمل کاوش محبوب یزدانی کے نام سے منظر عام پر لا رہا ہوں جس کا اصل ماخذ تو لطائف اشرفی ہے مگر مجھے حضرت شاہ حمایت اشرف رحمۃ اللہ علیہ بسکھاروی کی کتاب گلزار اشرفی سے بھی کافی استفادہ کیا جو ۱۳۲۰ھ میں مکمل ہوئی اور ۱۳۳۰ھ میں طبع ہوکر شائع ہوئی اور جس جس کتاب یا رسالے سے استفادہ کیا ہے میں نے اس کا حوالہ بھی اس کتاب میں دے دیا ہے۔ میں چھ مہینے میں اس کتاب کو مکمل کرسکا ہوں لیکن نہیں کہہ سکتا کہ کس حد تک اپنی ذمہ داری کو پورا کرسکا ہوں۔

غلام ہمت آں ناظرین باکرم
کہ یک صواب پسندند و صد خطا پوشند

فقیر نعیم اشرف جائسی
سجادہ نشین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے اشرف زمانہ زمانے مدد نما
درہائے بستہ راز کلید کرم کشا

سمنان ساتویں صدی ہجری کے آخری ربع میں سادات حسینی کی ایک مضبوط سلطنت خراسان میں قائم تھی جس کی عظمت و جلالت کا سکّہ دیگر سلاطین اسلام کے دلوں میں بھی تھا اسکی دو وجہیں تھیں اوّل تو اس حکومت نے عادل اور مدبّر سلاطین کے ہاتھوں استحکام پایا تھا دوسرے حکمرانوں کی سیادت بجائے خود اُن کے دینی برتری اور مذہبی تشخص کا سبب تھی۔

تیسری صدی ہجری میں سید تاج الدّین بہلول نے اس حکومت کی بنیاد رکھی تھی بڑے صاحب فضل و کمال اور ہوشمند انسان تھے۔ ان کے متعلق تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ احمد ابن اسمٰعیل خاندان سامانیہ کا دوسرا بادشاہ جس کی حکومت سمرقند و بخارا..... ماوراءالنہر اور ایران تک پھیلی ہوئی تھی بڑے شکوہ و جلال کا بادشاہ تھا اسکی حکومت سلطنت عباسیہ کی ہمسر سمجھی جاتی تھی۔ یہ سیّد تاج الدّین بہلول اسی کے وزیر تھے۔ بادشاہ آپ پر بیحد اعتماد کرتا تھا اور آپ کے خاندان نبوت سے ہونے کی بناء پر عقیدتمند بھی تھا کسی موقعہ پر بادشاہ نے خراسان کی حکومت آپ کو دے دی تھی۔

سید[۱] تاج الدین بہلول نے ایک طویل عرصہ تک داد حکومت دی۔ میرے کتب خانے میں مکتوبات اشرفی کا ایک قلمی نسخہ ہے جسکے ساتھ علم الانساب کا وہ رسالہ[۲] بھی شامل ہے جس میں حضرت قدوۃ الکبریٰ سلطان اوحدالدین مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز نے سلسلہ تصوف اور خانوادہ ہائے فقرا نیز بادشاہوں کے نسب نامے لکھے ہیں اس میں حضرت کا نسب نامہ بھی ہے سید تاج الدین بہلول کے حال میں آپ نے فرمایا ہے کہ انھوں نے پچاس سال تک حکومت کی۔ انھوں نے سمنان کو اپنا پایۂ تخت بنایا تھا۔ یہ قدیم اور تاریخی شہر اب ایک معمولی قصبے کی حیثیت سے ایران کی حکومت میں شامل ہے۔ یہ مقام طول البلد ۵۳ اور عرض البلد ۳۵ کے درمیان مشہور شہر بسطام کے جنوب اور نیشاپور و ہمدان کے وسط میں دریائے نمک کے قریب واقع ہے یہاں سے ستر میل شمال میں بحیرہ کیسپین ہے صدیوں اس خاندان نے خراسان پر حکومت کی۔ ان حکمرانوں کو سلطان کہا جاتا تھا۔

اسی خاندان کے ایک بادشاہ سلطان سید ابراہیم تھے جو سنہ ۶۷ھ
پدر بزرگوار میں سریر آرائے حکومت ہوئے یہ سلطان بڑے عالم و فاضل متقی و پرہیزگار تھے۔ ان کے عہد میں سمنان نے بڑی ترقی پائی رعایا خوشحال تھی، امن وامان کا ہر سمت دور دورہ تھا۔ ہر گھر فارغ البال اور مرفع الحال تھا۔ عادل و ذی ہوش سلطان فقرا و مشائخ کے بھی بڑے نیاز مند تھے۔ چنانچہ انہوں نے دار السلطنت سمنان میں شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ کیلئے خانقاہ بنوائی تھی جنکے وہ بیحد معتقد تھے۔ شیخ

---

۱ سید تاج الدین بہلول ابن سید محمد نور بخشی ابن سید میر مہدی ابن سید جمال الدین ابن سید حسین نفیف ابن سید ابو حمزہ ابن سید ابو موسےٰ علی ابن سید اسمٰعیل ثانی ابن سید ابوالحسن ابن سید اسمٰعیل اعرج ابن حضرت امام جعفر صادق ابن حضرت امام محمد باقر ابن حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (مؤلف)

۲ اس کا نام اشرف الانساب ہے اور ایک مستقل کتاب ہے۔

کے خانقاہ میں ہر وقت سیکڑوں ہزاروں انسانوں کا مجمع رہا کرتا تھا۔ کتنے طالبین سلوک اس خانقاہ سے مئے وحدت کے سرشار بن کر ہدایت عالم کا سبب بنے اس خانقاہ کا نام سکاکیہ تھا۔

اور بھی بہت سے اولیاء کاملین اس وقت وہاں تھے جن میں ایک مجذوب شیخ ابراہیم کی بڑی شہرت تھی۔ ان کا تعلق پیش نظر سوانح سے بہت گہرا ہے۔

سلطان خود بھی زبردست عالم اور بڑے علم دوست بھی تھے آپ کے شغف علمی کا یہ حال تھا کہ امور سلطنت کے انہماک کے باوجود درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھتے سمنان کے بڑے بڑے دارالعلوم کے منتہی طلبہ کو آپ کچھ وقت خود دیتے تھے جس میں وہ علوم معقول و منقول آکر آپ سے پڑھتے تاریخ عالم میں غالباً کسی بادشاہ کے علم دوستی کی ایسی مثال نہ ملے گی کہ انصرام حکومت بھی کرے اور معلم بن کر شوقین طلبہ کے ذوق علمی کی تسکین بھی کرے۔ ہزاروں طلبہ کے کھانے پینے کا انتظام خزانہ شاہی سے ہوتا تھا چنانچہ اس علم پروری کا یہ خوشگوار نتیجہ تھا کہ آپ کے دور حکومت میں بارہ ہزار طلبہ مختلف علوم وفنون میں ماہر وفاضل ہو کر نکلے۔ بارہ ۱۲ سال کی عمر میں آپ کے سر پر تاج حکومت رکھا گیا اور ترپن ۵۳ سال کی عمر میں رنگرائے عالم باقی ہوئے یعنی اکتالیس ۴۱ سال آپ نے تخت شاہی کو رونق بخشی۔ زندگی کا بیشتر حصہ خدمت دین اور اشاعت علم میں صرف کیا فرصت کے باقی وقت میں امور جہانبانی کا انصرام کرتے۔ چنانچہ ایسے بابرکت اور دینی فضا میں حضرت قدوۃ الکبریٰ محبوب یزدانی غوث عالم سلطان اوحدالدین سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس اسرارہٗ پیدا ہوئے اور اسی عالمانہ اور صوفیانہ ماحول میں آپ کی پرورش ہوئی آپ کی ولادت کا واقعہ بھی عجیب ہے آپ کے والد ماجد جو وحید عصر عالم اور فرید زمانہ صوفی سلطان سید ابراہیم تھے پچیس ۲۵ سال کی عمر میں سلطان کی شادی خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاندان میں ایک سیدزادی خدیجہ بیگم سے ہوئی۔ لطائف میں ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی عابدہ اور متقیہ تھیں۔ نماز تہجد کبھی قضا نہ کرتی تھیں۔ اکثر نفلی روزے رکھتیں اور تلاوت قرآن سے تو انہیں والہانہ عقیدت تھی۔ آپ کے بطن پُر لطف سے

---

[1] مکتوبات اشرفی۔

سے پہلے دو یا تین لڑکیاں پیدا ہوئیں اور پھر آٹھ سال تک کوئی اولاد نہیں ہوئی جس سے بادشاہ اور بادشاہ بیگم دونوں بہت رنجیدہ رہتے تھے۔ وارث تخت و تاج نہ ہونے سے سب کو قلق تھا پھر آٹھ آٹھ سال کی مدت گذر جانے اور کسی اولاد کے نہ ہونے سے رہی سہی امید بھی موہوم ہوئی جا رہی تھی۔

بشارتِ ولادت

ایک دن سلطان محل میں بیٹھے تھے۔ پاس ہی بیگم بھی بیٹھی ہوئی تھیں کہ اچانک ابراہیم مجذوب سامنے آتے نظر آئے۔ سلطان متحیر ہو گئے کہ حرم سرائے سلطانی میں مجذوب کیسے آ گئے۔ لیکن پھر خیال ہوا کہ:۔ "اولیاء راہست قدرت از الٰہ"، مجذوب قریب آ چکے تھے۔ سلطان تعظیماً کھڑے ہو گئے اور مجذوب کو بکمال ادب اپنی جگہ پر بٹھا دیا اور خود کھڑے ہی رہے۔ مجذوب کہنے لگے کہ ابراہیم بیٹا مانگتے ہو، اُس وقت سلطان کے خوشی کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے کہنے لگے کہ آپ بزرگ ہیں جو عنایت ہو جائے انھوں نے اولاد کی دعا کی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں نذر کیں وہ خوش خوش رخصت ہوئے۔ سلطان چند قدم ساتھ چلے تو مجذوب نے مڑ کر دیکھا اور کہا کہ ایک بیٹا لے چکے اب کیا چاہتے ہو، اچھا جاؤ اللہ ایک چھوڑ دو اولادیں دے گا۔ چند ہی دنوں میں محل مبارک میں آثار خوشی نمایاں ہوئے۔

زیارتِ رسول

ایک شب سلطان آفتاب رسالت تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ارشاد فرمایا کہ اے ابراہیم! اللہ تجھ کو دو فرزند دے گا ایک کا نام اشرف رکھنا اور ایک کا اعرف، اشرف اللہ کا ولی ہو گا اس کے علم و فضل سے ایک دنیا مستفیض ہو گی۔

ولادت

جس دن آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اُس دن کی خوشی کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے سلطان وفور مسرت سے پھولے نہ سماتے تھے۔ رعایا بھی عادل اور غریب نواز بادشاہ کی خوشی میں برابر کی شریک تھی۔ شہر بھر میں چراغاں ہوا، ہر طرف خوشیاں لہریں لے رہی تھیں۔ اس قدر صدقات و خیرات تقسیم ہوئی کہ محتاج و

مساکین نہال ہو گئے۔

روز ولادت ابراہیم مجذوب یکایک محل میں پھر تشریف لائے بادشاہ اس وقت حرم سرا ہی میں تھے کہنے لگے کہ سلطان دیکھو اس لڑکے کی تربیت بہت ہوشمندی سے کرنا یہ بچہ امانت الٰہی ہے جو تمہارے سپرد کی گئی ہے۔ خبردار غفلت نہ برتنا۔

طفولیت سنت کے مطابق آپ کی بسم اللہ کرائی گئی۔ قابل علماء کے زیر نگرانی آپ کی تعلیم شروع ہوئی آپ کی خداداد اور معجز نما ذہانت پر سب انگشت بدنداں تھے۔ کل ساڑھے سال آٹھ ماہ میں آپ نے قرآن کو حفظ کر لیا۔ جب چودہ سال کے ہوئے تو تمام علوم متداولہ پر عبور حاصل کر لیا تھا۔ معقولات اور منقولات دونوں پر یکساں حاوی تھے، فن تجوید میں بھی آپ نے کمال حاصل کیا یعنی قرآن کو ساتوں قرأت سے پڑھتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ فطرتاً شاعرانہ مذاق بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کے بلند پایہ کلام کے نمونے اس سوانح میں جا بجا ملیں گے۔ فقیر دوست باپ کا اثر بیٹے پر بھی تھا یعنی تحصیل علوم کے ساتھ ساتھ صحبت مشائخ اور خدمت عرفا کا شغف بھی پیدا ہو گیا حضرت شیخ رکن الدین علاؤالدولہ جن کا ذکر اوپر آچکا ہے اُن کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ حضرت شیخ کی توجہ بھی فرزند وجد آور کمسن سالک پر بیحد رہتی تھی، آہستہ آہستہ آپ راہ سلوک بھی طے کرنے لگے۔

تاجداری عمر کی پندرہویں منزل میں قدم رکھا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ مزاج زمانہ کے مطابق ۷۳۳ھ میں آپ بادشاہ بنا دئے گئے تھوڑے ہی دنوں میں قابلیت و فراست کے وہ جوہر دکھائے کہ وزرائے سلطنت اور امرائے دربار دنگ ہو گئے۔ سمنان آپ کے دورِ حکومت میں بغداد و غرناطہ بن گیا۔ گھر گھر خوشحالی اور فارغ البالی ہو گئی۔ آپ کے عدل و انصاف کی دھوم تھی۔

مُدبّر ایک مرتبہ ایک فقیر فریادی آیا کہ میں فلاں قافلہ کے ساتھ سفر کر رہا تھا میرے کمر میں چالیس[۱] اشرفیاں بندھی تھیں۔ قافلے ہی کے کسی آدمی نے نکال لیا۔

---

[۱] مکتوبات اشرفی۔

فرمان جاری ہوا، سپاہی دوڑے قافلہ روکا گیا اور انہیں دربار شاہی میں حاضری کا حکم ملا جب اہل قافلہ دربار میں حاضر ہوئے اور مستغیث بھی بلایا گیا حضرت نے فرمایا کہ تم لوگوں نے درویش کو کیوں لوٹ لیا سب نے انکار کیا اور قسمیں کھائیں۔ حضرت قدوۃ الکبرائے درویش کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اب تو کوئی صورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ قانون شریعت میں اگر مدعی کے پاس کوئی ثبوت نہ ہو تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی اگر بریت میں قسم کھا جائے تو بری سمجھا جائے گا۔"

فقیر رونے لگا کہ حضور میں لٹ بھی گیا اور قسمیں کھا کر سب نے میری فضیحت بھی کی۔ حضرت نے کچھ غور فرمایا۔ اور پھر ایک ایک شخص کو بلا کر آپ اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے اور اٹھا لیتے۔ کئی آدمیوں کے بعد ایک ایسا شخص آیا کہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر آپ متفکر ہو گئے۔ کئی مرتبہ ہاتھ سینے پر رکھا اور اٹھا لیا آخر میں حکم دیا کہ درویش کا مال اس سے وصول کیا جائے۔ چنانچہ ذرا سی سختی پر اس نے اقرار جرم کر لیا اور اشرفیاں اس کے پاس سے برآمد ہوئیں صرف ایک کم تھی جس کے متعلق خود اس نے بتایا کہ مجھ سے خرچ ہو گئی

تفریح امرائے دربار نے ایک مرتبہ آپ کو سیر و شکار کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ مع خدم و حشم کے آپ صید گاہ پہنچے لیکن آپ نے اپنے ہاتھوں سے کوئی شکار نہ کیا بلکہ اگر کوئی زندہ شکار سامنے آتا تو آپ اس کو آزاد کر دیتے۔ کئی دن آپ نے وہاں قیام فرمایا اثنائے قیام میں ایک بڑھیا آئی روتی پیٹتی۔ اور بال نوچتی فریادی ہوئی کہ میں مفلس و نادار کئی فاقوں کے بعد آج تھوڑی سی دہی میسر آئی تھی اس کو آپ کے ایک سپاہی نے زبردستی چھین کر کھا لیا۔ ابروئے عدالت پر شکن آ گئی فوج کو صف بستہ کرنے کا حکم دے دیا اور بڑھیا سے فرمایا کہ شناخت کر کون مردود ہے جس نے یہ نازیبا حرکت کی بڑھیا اپنی لٹھیا ٹیکتی سپاہیوں کے سامنے گذرنے لگی آخر ایک سپاہی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اسی ظالم نے میری دہی چھین لی ہے۔ سپاہی کو سامنے حاضر ہونے کا حکم ہوا دریافت پر اس نے انکار کر دیا۔ آپ نے بڑھیا سے فرمایا کہ تیرے پاس کوئی گواہ ہے۔ اس نے عرض کی جہاں پناہ بجز خدا کے میرا کوئی شاہد نہیں! لیکن

ذمی ہوش سلطان کو خود کچھ شبہ ہوگیا اور حکم دیا کہ استفراغ (قے) کرائی جائے۔ دہی اُس وقت تک ہضم نہیں ہوا تھا۔ ہول آتے ہی غیر ہضم شدہ دہی باہر آگیا۔ جرم ثابت ہوگیا۔ سپاہی کا گھوڑا مع زین بڑھیا کو دلا دیا اور اسکو سزا دی۔

جہاد آپ کے حدود مملکت سے مغلوں کی سرحد قریب تھی۔ آپ کی کم عمری سے فائدہ اٹھانا چاہا اور سرحدی علاقوں پر تاخت کرنے لگے۔ پرچہ نویسوں نے خبر پہنچائی وزرائے دربار نے مشورہ دیا کہ ایک مضبوط فوج کسی لائق اور تجربہ کار فوجی افسر کے سرکردگی میں روانہ کر دی جائے تاکہ مغلوں کو دوبارہ جرأت نہ پڑے لیکن سلطان کے رگوں میں شہدائے کربلا کا خون تھا۔ سر دربار ایک پُر جوش تقریر کی اور فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ میری کمسنی اور نو عمری کی وجہ سے تم یہ مشورہ دے رہے ہو کہ میں میدان جنگ میں نہ جاؤں مگر تم لوگ میرے حوصلے کو سمجھو میں ایوان رسالت کا چراغ ہوں۔ میں حیدر صفدر کے اولاد سے ہوں۔ ہاشمی گھرانے کے بچوں کی شہامت و شجاعت کا اندازہ دنیا بارہا کر چکی ہے میں اس جہاد میں ضرور شرکت کروں گا اور فوج کی کمان میں خود کروں گا۔ چنانچہ لطائف میں ہے کہ حضرت تشریف لے گئے مغلوں سے گھمسان کی جنگ ہوئی نصرت الٰہی نے خراسانی فوج کا ساتھ دیا حضرت کا لشکر مظفر و منصور ہوا بے شمار مغل مارے گئے اور ہزاروں گرفتار ہوئے۔ اس کامیابی سے اطراف و اکناف پر آپ کی دھاک جم گئی۔ جب آپ دارالسلطنت لوٹے تو بہت صدقات و خیرات کیا گیا۔

درگاہ عالم پناہ سے کوئی سائل محروم نہ جاتا تھا در دولت پر دن رات لنگر جاری رہتا۔ سمنان میں تو گویا فقرا و محتاج عنقا تھے ڈھونڈھے نہ ملتے تھے۔

قلبی رجحان امور سلطنت کی ان تمام مصروفیتوں کے باوجود سیر طریق اور راہ سلوک کی تڑپ بھی آپ کے دل میں تھی۔ عشق الٰہی کی آگ دل میں فروزاں رکھنے۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے مگر انھوں نے بلطائف الحیل ٹال دیا کہ آپ کو امور سلطنت کی مصروفیت ہی کیا کم ہیں۔

مگر آپ حسب فرصت حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کاشان[1] میں حضرت شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ پہلی مرتبہ یہاں آپ سے اور سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ سید صاحب حضرت شیخ عبدالرزاق کی خدمت میں کسب فیض فرما رہے تھے۔ جب آپ نے تخت و تاج چھوڑا اور شرف معیت سے مشرف ہو کر سیر عالم کیلئے نکلے تو بعض سفر میں حضرت سید علی ہمدانی بھی ساتھ تھے۔ اور بھی کتنے مشائخ سے آپ ملے آتش شوق تو سب تیز کر دیتے مگر رہ نمائی سے سب گریز کرتے۔

تزکیۂ نفس آپ اسی طلب و جستجو میں تھے کہ خواب میں حضرت خضر سے ملاقات ہوئی جنھوں نے اسم ذات کو بغیر زبان کی مدد کے مشق کرنے کو بتایا۔ دو سال تک آپ نے اس کی مشق جاری رکھی پھر اشغال اویسیہ کا شوق ہوا۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پاک کی زیارت ہوئی اور براہ راست روح خواجہ سے اشغال اویسیہ کی تعلیم پائی۔

آتش شوق تین سال اور گذر گئے اب وہ آگ جو دھیرے دھیرے دل میں سلگ رہی تھی شعلہ بننے لگی امور سلطنت میں جی نہ لگتا، شاہانہ آرام و آسائش کانٹے کی طرح کھٹکتے ایک مرشد کامل کی آرزو دل کو بے چین رکھتی آخر وہ وقت بھی آ گیا کہ پرنیا اور زربفت کا پہننے والا کمبل پوش ہو جائے۔ سونے چاندی کی مسہریوں میں سونے والا چٹائی نشین ہو جائے۔ خاصے کا کھانا تناول فرمانے والا نان جویں پر شکر بھیجے، تخت و تاج والا اللہ کا فقیر بنے۔ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب تھی کہ ابوالقاسم حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اشرف حجاب تخت و تاج دور کرو لذت وصال الٰہی کیلئے تیار ہو جاؤ تجلیات باری تمہیں اپنے زیر سایہ لینے والی ہیں اب اس کے لئے اپنے کو تیار کرو حکومت اور بادشاہی کے جھمیلے کو ترک کرو اور ملک ہند کی طرف روانہ ہو جاؤ وہاں مس کو طلا بنانے والے شیخ علاؤ الحق والدین گنج نبات تمہارے منتظر ہیں۔

---

[1] لطائف اشرفی (مؤلف)

دست برداری صبح ہوتے ہی آپ نے ترک سلطنت کا اعلان کر دیا اس وقت آپ کا سن شریف صرف پچیس سال کا تھا اور دس سال حکومت کر چکے تھے اعلان دست برداری کے ساتھ ساتھ اپنے چھوٹے بھائی محمد اشرف کو تخت پر بٹھایا اور رسم تاجپوشی ادا فرمائی یہ واقعہ ۷۳۳ھ کا ہے۔

اجازت سفر پھر آپ حرم سرا میں تشریف لے گئے اور والدہ ماجدہ سے سارا واقعہ بیان فرما کر اجازت چاہی وہ آبدیدہ ہو گئیں اور فرمایا کہ بیٹا میں اس دن کی منتظر تھی اس لیے کہ عرصہ ہوا میں نے اپنے دادا حضرت خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا انھوں نے عالم رؤیا ہی میں فرمایا تھا کہ اللہ تمہارے بیٹے کی نور ولایت سے آفاق روشن کر دے گا۔ شاید اس بشارت کے ظہور کا وقت آ گیا میں تمہیں خدا کے سپرد کرتی ہوں مگر میری آرزو ہے کہ جب محل سے نکلو تو شاہانہ خدم وحشم اور فوجی جلوس کے ساتھ نکلو تاکہ اسے دیکھ کر میں اپنے دل کو یہ بہلا سکوں کہ میرا بیٹا کوئی ملک فتح کرنے گیا ہے۔

آپ کے اس عزم و اعلان سے سمنان میں کہرام مچ گیا اور بجلی کی طرح یہ خبر شہر اور اطراف میں پھیل گئی ہر شخص انگشت بدنداں اور متحیر کہ جوان سال اور نا تجربہ بادشاہ جو ابھی دنیا کی بہت سے لذتوں سے بھی آشنا نہیں ہوئے کیسے درویشی اختیار کر رہے ہیں۔ کوئی آپ کی غربا نوازی اور عدل و انصاف کو سوچ کر کف افسوس مل رہا تھا کہیں آپ کے تدبر و سیاست کے خطبے پڑھے جا رہے تھے۔ اور آپ اعیان سلطنت اور حواشین دولت سے گلے مل کر خوش خوش سفر کی تیاری کر رہے تھے اور اسی جذب و کیف کی حالت میں برجستہ ایک غزل فرمائی جس کے دو شعر ہدیہ ناظرین ہیں۔

ترک دنیا گیر تا سلطاں شوی — محرم اسرار با جاناں شوی
بہ گذر از خواب و غرور مردانہ وار — تا براہِ عشق چوں مرداں شوی

طلب حق جب آپ نے دارالسلطنت چھوڑا اور سب سے رخصت ہو کر چلے تو ایک عظیم الشان جلوس آپ کے ساتھ تھا۔ والدہ ماجدہ کے

مخدوم اشرف اکیڈمی کی تشکیل

اسلامی واخلاقی اور صوفیانہ لٹریچر کی تبلیغ و اشاعت ہمارا اولین فریضہ ہے۔ مسلمانوں کی غیرت وحمیت اور جذبۂ ایمانی کو بیدار کرنے کے لئے تحریر و تقریر کو ہر دور میں مقدم سمجھا گیا۔ بالخصوص نشر و اشاعت کا پائدار عمل ہمارے تبلیغی مشن کا سب سے اہم حصہ ہے۔ اسی بنیاد پر حضرت شیخ طریقت کی زبانی یہ برابر سُنا گیا کہ " کاش اپنی جماعت کا کوئی ایسا اشاعتی ادارہ بھی ہوتا جو اکابر ملت کے قدیم اور نایاب نسخوں اور غیر مطبوع کتب و رسائل اور مکتوبات و ملفوظات کی طباعت کی ذمہ داری محسوس کر سکتا۔ بالخصوص حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دینی علمی اور قلمی خدمت کا کام کرنے اور عصر جدید کے بعض سُلگتے ہوئے مسائل سے متعلق دانشورانِ اہل سنت کی تحریریں شائع کرنے کا فریضہ انجام دے سکتا جیسا کہ بعض دوسرے مکتبۂ فکر کے لوگ عرصۂ دراز سے اس ضرورت پر عمل کرتے آئے ہیں"۔ چنانچہ اسی مبارک خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے، بحمد اللہ تعالیٰ گذشتہ ۲۷ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ کو عرس مخدومی کے مقدس موقعہ پر خانوادۂ اشرفیہ کے مورث اعلیٰ تارک السلطنت حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ کے نام نامی سے منسوب خانقاہ اشرفیہ جائس میں "مخدوم اشرف اکیڈمی" کا باضابطہ اعلان کر دیا گیا اور پھر انتہائی عزم و استقلال کی روشنی میں نشر و اشاعت کا آغاز بھی کر دیا گیا۔ فیضانِ مخدوم کے سائے میں قائم ہونے والی اس اکیڈمی کا بارگراں ہم نے اسی بنیاد پر اپنے دوش ناتواں پر اٹھانے کی کوشش کی ہے کہ انشاء اللہ ہم کسی بھی منزل پر اپنے آپ کو تنہا نہ محسوس کریں گے اور ملتِ اسلامیہ اور وابستگانِ اشرفیہ کی سچی ہمدردی و اعانت ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ حضرت شیخ طریقت کی سرپرستی اور خطیب اعظم حضرت علامہ مولانا سید شاہ کلیم اشرف صاحب کی خصوصی توجہ و دلچسپی سے انشاء اللہ یہ ادارہ اپنے طرز کا اور اپنی کارکردگی کا بے مثال اشاعتی ادارہ ثابت ہوگا۔

مخدوم اشرف اکیڈمی کی سب سے پہلی پیش کش حضرت شیخ طریقت کی پرانی تالیف

حکم کے بموجب بارہ ہزار فوجی مع سازو سامان کے ہمرکاب تھے۔ اس کے علاوہ علماء و فضلاء عمائدین شہر فقرا درویش اور بیشمار خلائق آپ کو رخصت کرنے آپ کے ساتھ تھی۔ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک منزل تک آپ کے ساتھ آئے۔ حضرت قدوۃ الکبرای کے بیحد اصرار کے باوجود بھی کوئی آپ کو چھوڑ کر واپس جانے کیلئے تیار نہیں تھا۔ جب آپ کئی منزل سمنان پیچھے چھوڑ آئے تو لوگوں پر بہت دباؤ ڈال کر ان کو واپس کرنا شروع کیا پھر بھی خراسان کی سرحد تک لوگ ساتھ تھے۔ جب آپ اپنے حدود سلطنت کو عبور کرنے لگے تو وہاں سے تمام لوگوں کو نیز فوج بھی واپس کردی صرف دو مصاحبین خاص جن میں ایک کا نام عبداللہ[1] تھا کسی صورت سے آپ کو تنہا چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے ساتھ ہی تھے۔ بخارا پہنچ کر ایک مجذوب درویش سے ملاقات ہوئی انھوں نے آپ سے معانقہ کیا اور اپنی پیشانی کو آپ کی پیشانی پر رگڑا جس سے آپ پر عجیب خود فراموشانہ کیفیت طاری ہوگئی۔ انھوں نے آپ کو سمت مشرق سفر کرنے کا اشارہ کیا اور جدا ہوگئے وہاں سے آپ سمرقند پہنچے۔ سمرقند کے شیخ الاسلام سے ملاقات ہوئی۔ بڑی نیاز مندی سے پیش آئے اور آپ کو اپنے گھر لے گئے۔ ایک شب قیام فرمانے کے بعد آپ وہاں سے بھی روانہ ہوئے۔ آپکے دونوں مصاحبین بھی ہمرکاب تھے، لیکن اب اُن کا ساتھ آپ کو گراں گزر رہا تھا لیکن وہ ایسے فدائی تھے کہ ساتھ نہ چھوڑتے تھے۔ ایک مقام پر آپ کو ایک فقیر ملا جو بے حد مفلوک الحال تھا آپ نے اس کو اپنا گھوڑا جو شاہی سلطنت کی آخری یادگار تھا دے دیا اور دونوں سے رفقائے سفر کو مشورہ دیا کہ گھوڑے فقیر کو دیدیں۔ حسب الارشاد گھوڑے فقیر کو دیکر پیادہ پا وہ بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ شب کو ایک گاؤں میں قیام فرمایا۔ حضرت پر تو غلبۂ حال تھا مگر لائی صد ہزار

---

[1] گلزار اشرفی۔ مصنفہ حضرت شاہ مرزا اشرف ۱۲

ستائش آپ کے وہ مصاحبین تھے جنھوں نے کلفت سفر میں بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ حالانکہ آغوش راحت کے پروردہ تھے اور عیش دنیا سے انھیں سب کچھ حاصل تھا مگر آپ سے کچھ ایسی فداکارانہ محبت تھی کہ غریب الوطنی اور فقر کی زندگی میں بھی آپ سے منھ موڑنے کو تیار نہ ہوئے، آج زندگی کا پہلا واقعہ تھا کہ میر کارواں تو عشق الٰہی میں مست ہو کر پیادہ پا ہو گیا اور رفقائے سفر آپ کی والہانہ محبت میں دن بھر کے تھکے ماندے مسافر اول شب ہی میں بے خبر سو گئے مگر حضرت قدوۃ الکبریٰ کی آنکھ آخر شب ادائے تہجد کے لئے کھل گئی۔ اُٹھے وضو کیا اور نماز ادا کی۔

اکیلا مسافر معمولات سے فارغ ہو کر آپ کو خیال ہوا کہ فقیر کو مصاحب یا خدام کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ ان دونوں کو وہیں سوتا چھوڑ کر خود رات کی تاریکی میں ایک سمت کو روانہ ہو گئے۔ مہینوں جنگلوں، پہاڑوں اور ناقابل گذر راستوں کو طے کرتے ہوئے صوبہ سندھ کے مشہور شہر اُچھ[1] میں پہنچے۔

ورود ہند یہ شہر اس وقت حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کے قیام کی وجہ سے مرجع خلائق بنا ہوا تھا۔ آپ کی خانقاہ میں ہزاروں طالبان معرفت، معرفت سلوک سے فیض اندوز ہوتے تھے۔ آپ نے کتنی سیاحت کی یہ آپ کے نام سے ظاہر ہے۔ عرب و عجم کے اکابرین مشائخ سے آپ نے استفادہ کیا تھا۔ چنانچہ چودہ خانوادوں کی خلافت آپ کو حاصل تھی۔ سلسلۂ چشتیہ میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے خرقہ خلافت پایا تھا۔ جب حضرت قدوۃ الکبریٰ سلطان سمنان ان کی خدمت میں پہنچے تو سید نے سید کی بڑی ہمت افزائی کی اور تین شبانہ روز آپ کو روکا اور مہمانی کی۔ اور سلسلۂ قادریہ کے نعمات سے آپ کو سرفراز فرما کر صاحب اجازت بھی بنایا اور فرمایا کہ آپ کی تعلیم اور تکمیل میرے بھائی علاء الحق سے ہوگی وہ منتظر ہیں۔

---

[1] یہ شہر اب ایک پرانے قصبے کی حیثیت میں ملتان کے قریب اُچ کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۲

آپ کو بلا توقف وہاں پہنچنا چاہیئے چلتے وقت ذکر جہر کی اجازت دی اور "یا غفور" کی تعویذ مرحمت فرمائی جو آج بھی خاندان اشرفیہ میں تعویذ غفوری کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تعویذ حل مشکلات اور دفع بلیات کیلئے تیر بہدف سمجھی جاتی ہے۔

دھلی

حضرت وہاں سے روانہ ہو کر منزل بہ منزل دہلی پہنچے اور وہاں کے صاحب ولایت سے ملاقات کی۔ انھوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ اشرف خوب آئے مگر تمہارا قیام مناسب نہیں۔ تمہیں منزل مقصود پر جلد پہنچنا چاہیئے وہاں تمہارا انتظار ہو رہا ہے۔ اس پیہم شوق دہانی نے آتش شوق اور تیز کر دیا کیفیت طاری ہو گئی اور ایسی شدید کہ سر و پا کا ہوش نہ رہا۔ اسی کیفیت و جذب کی حالت میں دہلی کے ایک بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک مست ہاتھی جو فیل خانۂ شاہی سے نکل بھاگا تھا اور شہر بھر میں ہل چل مچا رہے تھا کتنے خون کر ڈالے کتنی دکانیں الٹ دیں عجیب افراتفری مچی ہوئی تھی وہی ہاتھی آپ کے سامنے آ گیا دور سے لوگوں نے آپ کو پکارا شور مچایا اور اس ہاتھی کے پیچھے متعدد ہتھنیوں پر فیل بان بیٹھے اس ہاتھی کو قابو میں لانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے ایک جوان رعنا کو مست سر جھکائے آتے تھا تو انھوں نے بھی شور مچا کر آپ کو متنبہ کرنا چاہا مگر آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی اور راستے میں آپ ہاتھی کے قریب پہنچ گئے لیکن اس نے آپ سے کچھ بھی تعرض نہ کیا اور قریب سے گزر گیا۔ شہر بھر میں یہ خبر بجلی کی طرح مشہور ہو گئی لوگ آپ کی زیارت کے لئے دوڑے لیکن آپ کسی کی طرف مخاطب نہ ہوئے۔ ہاں ایک قطعہ بار بار آپ پڑھتے اور مزید جوش و کیفیت سے بڑھے چلے جاتے تھے۔

چناں غرقیم در دریائے وحدت — کہ ہوش از گوہر عالم ندارم
چناں مستغرقم اندر خیالست — جناز عالم و آدم ندارم

قرب منزل

اور اسی وجد و کیف کی حالت میں قطع منازل کرتے ہوئے آپ نے سرزمین بنگال میں قدم رکھ دیا اور پنڈوہ شریف کے قریب پہنچ گئے جہاں حضرت سلطان المرشدین شیخ علاء الحق والدین گنج نبات...

رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ تھی اور یہی خانقاہ اس مبارک سفر کی آخری منزل تھی۔

خیر مقدم

ایک دن حضرت شیخ دن میں قیلولہ فرما رہے تھے جیسے ہی آنکھ کھلی فرمایا کہ دوست کی خوشبو دماغ میں آ رہی ہے اور یہ کہتے ہوئے حجرے شریف سے باہر آئے اور حکم دیا کہ محافہ[1] لاؤ۔ یہ محافہ حضرت شیخ کو ان کے پیر و مرشد حضرت سلطان الواصلین شیخ اخی سراج الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملا تھا اور ساتھ ہی ایک خالی محافہ بھی ساتھ لیا پہلے خود سوار ہوئے اور آبادی پنڈوہ شریف سے باہر نکلے۔ شہر میں غل مچ گیا کہ صاحب مقام کسی کے استقبال کو جا رہے ہیں۔ چنانچہ ہزاروں نیاز مند ساتھ ہو گئے۔ شہر کے بیشمار لوگ بھی ایک عظیم جلوس کی شکل میں آکر مل گئے اور اس شان کے ساتھ دو میل چل کر آپ ایک سینبھل کے درخت کے نیچے سواری روک کر اتر پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد سامنے غبار اڑتا نظر آیا معلوم ہوا کہ کوئی قافلہ آ رہا ہے۔ حضرت شیخ نے ایک خادم کو آپ کا نشان بتا کر قافلہ کی طرف دوڑایا وہ جواب لایا کہ ملک سمنان کے رہنے والے ایک صاحب اشرف نام کے قافلے میں ہیں۔ شیخ ادھر سے چند قدم خیر مقدم کیلئے بڑھے جذب دل نے ادھر بھی اثر کیا۔ حضرت قدوۃ الکبرےؒ ادھر سے دوڑے آگے شیخ ہی کو پایا۔ قدمبوسی کیلئے جھک پڑے۔ حضرت شیخ نے آپ کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور طویل معانقے کے بعد لوگوں سے آپ کا تعارف کرایا۔ حضرت قدوۃ الکبرےؒ نے اس موقع پر ایک شعر پڑھا۔

چہ خوش باشد کہ بعد از انتظارے ✤ بامیدے رسد امیدوارے

شیخ نے فرمایا کہ تمہارے آنے سے قبل حضرت ابو العباس خضر علیہ السلام نے ستّر مرتبہ مجھ سے تمہاری آمد کا ذکر کیا اور فرماتے تھے کہ ان کی تربیت میں کسی قسم کی کمی نہ کرنا وہ اللہ کی ایک امانت ہیں جو تم تک پہونچیں گے۔

مسافر اپنی منزل پر

پھر فرمایا جس دن سے تم نے سمنان چھوڑا ہے قدم قدم پر میری توجہات تمہارے ساتھ تھیں الحمد للہ کہ اب مجاہدہ مشاہدہ سے بدل گیا۔ اچھا اب میرے محافہ پر سوار ہو اور خانقاہ چلو۔

---

[1] ایک قسم کی فینس۔ (مؤلف)

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے معذرت چاہی اور فرمایا کہ میں رکاب میں پیدل چلوں گا آقا اور خادم کا ساتھ سوار ہونا کیسے مناسب ہو سکتا ہے لیکن حضرت شیخ خود سوار ہوئے اور آپ کو بھی باصرار بلیغ سواری پر بیٹھا دیا۔

خانقاہ عالم پناہ پہنچ کر حضرت شیخ نے آپ کو اپنے پہلو ہی میں بٹھایا اور عبداللہ خادم خاص کو دسترخوان بچھانے کا حکم دیا پھر آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ سید فقراء کی بارگاہ ہے آج خواہشات دنیا سے ہاتھ دھولو اس لئے کہ اس کے بغیر لذت وصال سے آشنا نہیں ہو سکتے"

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے بکمال ادب فرمایا کہ پیر و مرشد نفس کشی کے عزم راسخ اور خواہشات سے دست کش ہو نیکے بعد ہی اس آستانے کے حاضری کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

دسترخوان بچھا اور انواع واقسام کے کھانے چنے گئے۔ پہلے حضرت شیخ نے اپنے دست مبارک سے آپ کو چار لقمے کھلائے جس کو آپ نے کمال ادب و تکریم سے تناول فرمایا۔ حضرت شیخ کے اس عزت افزائی پر ہر شخص متعجب تھا کہ آج تک کسی کو یہ سرفرازی نصیب نہیں ہوئی۔ پھر بن بھتہ (ابالے ہوئے چاول جس کو پانی میں سرد کیا جاتا تھا) لانے کا حکم دیا جو اس عہد کے درویشوں کی محبوب غذا تھی۔ جب وہ آیا تو حضرت کی طرف مخاطب ہو کر حضرت شیخ نے فرمایا کہ اس غذا سے شربت وصال کے پیاسوں کی سیرابی ہوتی ہے اور اس کا ایک لقمہ بھی حضرت شیخ نے اپنے ہاتھ سے آپ کو کھلایا جب لوگ کھا چکے اور دسترخوان اٹھا لیا گیا تو آپ نے سب لوگوں کو ہٹ جانے کا اشارہ کیا اور جب تخلیہ کامل ہو گیا تو حضرت شیخ نے اپنی خانقاہ کے مروجہ طریقے پر مرید کیا اور اپنی کلاہ مبارک عنایت فرمائی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب لوگوں نے حاضری کی اجازت پائی تو سب نے حضرت قدوۃ الکبریٰ کو مبارکباد پیش کیا۔ حضرت شیخ کے ایک خلیفہ مولیٰ علی بھی شریک بزم تھے انھوں نے اپنی تہنیت منظوم صورت میں پیش کی۔

مرید عشق را از بہر ارشاد ز بند روزگار آزاد کردہ
در آوردہ بسر قید ارادت جہاں آمد مبارکباد کردہ

اس موقع پر مناسب ہوگا کہ حضرت کی دو وہ غزلیں جن میں آپ کے ذوق ارادت کی پوری ترجمانی ہے اور طلب سلوک اپنی ساری رعنائیوں کے ساتھ اشعار کے سانچے میں ڈھل گئی ہے ہدیۂ ناظرین کردوں۔

فراق از خویشتن بود ارادت ۔ چو رفت از دست می باید کشیدن
زیادت از سکندر بود ما را ہوائے آب حیواں را چشیدن
چو ذرہ در ہوائے روئے خورشید بسر گردیدم از بہر رسیدن
توانی زندہ کرد دل مردہ را کہ جاں در جسم بے جاں بر دمیدن
تن بے جاں بعیسیٰ دم رسیدہ
بعیسیٰ دم بدم تا دم رسیدن

بار حجاب دولت سر بر نہادہ ایم رغبت وجود بر سرایں در کشادہ ایم
ظلمات راہ گرچہ بریدیم عاقبت تشنہ بہ آب چشمۂ حیواں فتادہ ایم
ہر شاہراہ فقر نہادیم رخ دلے بر عرصۂ حریم چوں فرزیں پیادہ ایم
سر بر حریم حضرت عالی نہادہ رو پا بر نہادہ ایم چہ بر تر نہادہ ایم
دارد امید مقصد عالی ز درگہت چوں در دیار غربت از یں جا زیادہ ایم
اشرف مس وجود خود آورد بہر زر از دولت حکیم چو اکسیر دادہ ایم

۳۰۵ھ میں آپ پنڈوہ شریف پہنچے ۔ یعنی پورے دو سال میں آپ کا یہ مجاہدانہ اور سرفروشانہ سفر ختم ہوا۔

سلطان المرشدین حضرت شاہ ملا الحق والدین کے والد بزرگوار کا اسم گرامی حضرت مولانا اسعد تھا۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ لاہور کے رہنے والے تھے اور علمی

لہ رسالہ اشرفیہ۔ (مولف)

دنیا میں اس وقت آپ کے خاندان کو وہی شہرت حاصل تھی جو مسلمانوں کے آخری دورِ حکومت میں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کو حاصل ہوئی۔

جس زمانے میں دہلی کی حکومت تغلق خاندان کے ہاتھوں میں تھی اسی وقت مشرقی ہندوستان میں غوری سلاطین حکمراں تھے ان کا پایۂ تخت گور تھا جو اب امتدادِ زمانہ سے مٹ چکا ہے۔

پایۂ تخت سے ملحق ایک آبادی اور تھی جس کا نام پنڈوہ تھا۔ حقیقتاً یہ گور ہی کا ایک حصہ تھا اس میں امراء وزراء اور حکومت کے اعلیٰ عہدہ داروں کے کاشانے تھے۔

مولانا اسعد کے علمی برتری کی شہرت شمالی ہندوستان سے گذر کر جب مشرقی حصہ تک پہنچی تو سلاطین گور نے باصرار تمام آپ کے پورے خاندان کو بنگال بلایا۔ مولانا تو وزیر خزانہ بنادئے گئے تھے اور آپ کے دیگر اور قابل اعزا بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔

فخرِ خاندان حضرت شاہ علاء الحق والدین نے بھی پہلے علوم معقول و منقول حاصل کیا۔ اپنے زمانہ کے متبحر علماء میں شمار کئے جاتے تھے اور ایک زمانے تک خدمت علم دین کرتے رہے۔ آپ کی محفل میں علماء و فضلاء کا جمگھٹ رہا کرتا تھا۔ اسی زمانے میں آپ کو شوق مجاہدہ اور شغف سلوک پیدا ہو گیا تھا اور علم کا سہارا لیکر آپ نے تصوف کی راہ میں قدم رکھ دیا۔ سخت مجاہدات اور پُرمشقت ریاضت کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ جس طرح علوم ظاہر صرف کتابوں کی مدد سے نہیں حاصل ہو سکتا اسی طرح ذوق و وجدان کا باطنی علم بھی کسی پیر طریقت کا حلقہ گوش بنے بغیر نہیں حاصل ہو سکتا۔ چنانچہ اسی طلب و جستجو میں تھے کہ حضرت اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ لکھنوتی (پنڈوہ شریف کا پرانا نام) آئے یہاں

لے اخبار الاخیار

پہنچنے پر جب آپ کے کمالات فقر کا شہرہ ہوا تو حضرت شاہ علاء الحق نے بھی ملاقات کی اور ایسے گرویدہ ہوئے کہ زندگی بھر پیر کو نہ چھوڑا۔ یعنے حقیقی معنوں میں اپنی زندگی کو پیر کے ہاتھوں بیچ[1] دیا۔

آپ اس خاندان کے چشم و چراغ تھے جو خود تو تاج شاہی کے سائے میں تھا لیکن اس خاندان کے سائے میں ہزاروں نہیں لاکھوں پلتے تھے۔ جس راہ سے نکل جاتے تھے آنکھیں فرش راہ ہوتی تھیں۔ جس گلی سے گذر جاتے اقرار اطاعت کے دامن بچھ جاتے۔ ان کے لئے وعدہ فردا دم نقد تھا جس سے خوش ہو جاتے اس کی کئی پشتیں نہال ہو جاتیں۔ آپ کے خاندان کی علمی برتری اور دولت و امارت کے امتزاج نے نگاہ خلائق میں وہ اونچا مقام حاصل کرلیا تھا جس کی تعبیر معراج کمال ہی سے کی جاسکتی ہے۔

لیکن طوق غلامی گلے میں ڈالتے ہی ایسے بدلے کہ نگاہ مجاز سے پہچانے نہ جاتے تھے آپ کے مذاق جاں نثاری اور ذوق خود سپاری نے زمانے کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ خانہ اور اہل خانہ سے بے نیاز ہو گئے جو کچھ ہاتھ لگتا سب نذر شیخ کر دیتے۔ دولت دنیا سے اپنے پاس کوئی چیز نہ چھوڑی۔

شیخ اخی سراج رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ پنڈوہ میں تو رشد و ہدایت کا چشمہ جاری ہی رکھتے لیکن دعوت حق کو لے کر آپ دور دور دیہی علاقوں میں بھی جاتے اور تبلیغ دین متین کرتے تھے۔ آپ کے یہ چھوٹے چھوٹے سفر کئی کئی دن کے ہوتے جس میں آپ خورد و نوش کا سامان خانقاہ سے لے جایا کرتے تھے۔ آپ کے رفیق سفر بھی یہی شاہ علاء الحق رحمۃ اللہ علیہ ہوتے جو راشن کا تھیلا بغل میں دبائے اور کھانے کی گرم دیگچی سر پر اٹھائے آپ کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے اور یہ خدمت ایک دو دن نہیں بلکہ پورے بارہ سال انجام دیئے ہیں جس کی وجہ سے آپ کے سر کے بال تک اڑ گئے تھے۔

---

[1] بیعت بیع سے ہے جس کے معنی بکنے کے ہیں ۱۲ (مؤلف)

ذرا سوچیے کہ وہ شخص جو خود کبھی خدم وحشم کے ساتھ چلا کرتا تھا وہی انسان پا برہنہ سر پر بوجھ لادے ایک دلق پوش فقیر کے پیچھے زندگی کے عزیز لمحے گذار رہا ہے اور پھر ٹھیک اسی بستی میں جہاں ان کے باپ وزیر خزانہ اور دیگر اعزا حکومت میں ارباب حل وعقد ہیں وطن کے باہر انسان جلیبی بڑے بنا ہے میں اذیت تو محسوس کرتا ہے مگر شرمندہ نہیں ہوتا لیکن وطن میں خوشی کے بعد عشرت کی زندگی گذارنے پر بھی تیار نہیں ہوتا چہ جائیکہ امارت کے بعد غلامی کی زندگی بسر کرے۔ یہ حوصلہ اور رضائیت حضرت شیخ علاء الحق والدین کا حصہ تھا اور یہی چیز تھی کہ جس نے آپ کو سلطان المرشدین بنا دیا اور آپ کو وہ عظیم شہرت دی کہ خراسان کا بادشاہ جب تاج وتخت کو ٹھکرا کر منزل سلوک پر گامزن ہوتا ہے تو مغرب سے چل کر اور کئی ہزار میل کا صبر آزما سفر طے کر کے آپ ہی کے آستانے پر سر پٹکتا ہے۔

آگاہی مقام

بیعت کے بعد سلطان المرشدین حضرت قدوۃ الکبریٰ کو لے کر حجرے میں چلے گئے اور وہاں آپ کو اسرار وحدت سے آگاہ کیا اور خود باہر چلے آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب پھر حجرے میں تشریف لے گئے دیکھا تو مرید مے وحدت سے سرشار عجب کیفیت میں ہیں ہاتھ پکڑ کر باہر لائے۔ قرب خاص میں جگہ دی اور مشائخ چشت کے تبرکات جو انھیں ملے تھے منگایا پھر خلفاء خاص اور مریدین جو اس وقت خانقاہ میں موجود تھے طلب کیا اور فرمایا کہ یہ امانت میرے پاس برسوں سے رکھی تھی اب اسکے مستحق آگئے لہٰذا میں حق کو حقدار کے سپرد کر رہا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ سارے تبرکات جس میں حضرت محبوب الٰہی کا وہ خرقہ بھی تھا جو شیخ نے اپنے پیر ومرشد سے پایا تھا سب آپ کو مرحمت فرما دئے۔ اور اپنے خلوت کدہ خاص سے متصل ایک حجرہ رہائش کیلئے بنا دیا۔ اسی دن ایک فقیر سوالی بن کر آپ کے پاس آیا۔ آپ نے مرحمت شدہ سارے تبرکات اسی فقیر کو دیدیئے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا تو خانقاہ کے جمیع متعلقین کو یہ امر بیحد شاق گذرا اور پیر ومرشد تک خبر پہنچائی گئی۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ سید کا کوئی فعل بے معنی نہیں ہو سکتا انہیں سے سوال کرو۔

عزم بلند

چنانچہ لوگ تیور بدلے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے اور سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بتاؤ لباس عین پیر ہے یا غیر۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ عین پیر ہو ہی نہیں سکتا غیر ہی ہے اور میرے پیر کی نظر غیر پر نہیں تو پھر مرید جسکو صفات پیر کا تابع ہونا چاہیئے غیر سے کیوں دل لگائے۔ اگر ایسا کروں تو فیض کامل سے محرومی ہوگی۔ حضرت سلطان المرشدین تک جب یہ گفتگو پہنچی تو بیحد خوش ہوئے اور بارگاہ بے نیاز میں دعا کی کہ الٰہی میرے اس مرید کے فیوض سے عالم کو بہرہ مند فرما۔

حضرت شیخ نے چونکہ اپنے کو مٹا کر پیر و مرشد کی خدمت کی تھی اسی لئے ہر تشنہ راہ جو اس چشمۂ تصوف پر آتا آپ اس سے سخت مجاہدے اور کڑی محنتیں لیا کرتے تھے خود اپنے صاحبزادے حضرت نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے بارہ سال تک ہیزم کشی اور سقہ کا کام لیا۔ چنانچہ حضرت قدوۃ الکبرے نے بھی ایکدن پیر و مرشد کی خدمت میں عرض کی کہ حضور میرے سپرد بھی کوئی خدمت کیجائے۔

عالی قدر مرید

حضرت شیخ نے جواب دیا کہ فرزند اشرف میں تم کو کون سا کام بتاؤں اور کیا خدمت لوں۔ جس وقت میں نے تم کو لباس خضر پہنایا حضرت ابوالعباس خواجہ خضر علیہ السلام نے آکر تمھاری اس قدر تعریف کی کہ تم سے خدمت لیتے مجھے شرم آتی ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ پھر بھی میں کبھی کبھی خانقاہ میں جاروب کشی کیا کرتا تھا۔

اثرِ صحبت

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ ایک دن نماز فجر کیلئے میں نے وضو کیا سردی زیادہ تھی اس لئے لبادہ پہن لیا۔ ایک شخص مجھ سے ملنے آیا تھا اور رات میں میرے ہی حجرے میں ٹھہر گیا اس کا لبادہ بھی ٹنگا ہوا تھا اندھیرے میں اپنا سمجھ کر اس کا لبادہ پہن لیا بعد نماز جب حلقۂ ذکر میں بیٹھا شیخ نے مراقبہ کیا مگر تھوڑی دیر میں سر اٹھا لیا اور فرمایا کہ محفل میں کوئی اجنبی ہے اس کو باہر کر دو دیکھا گیا تو کوئی نہ تھا۔ آپ پھر مراقب ہوئے لیکن جلدی ہی سر مبارک

ہ لطائف اشرفی (مؤلف)

"محبوب یزدانی" کا تیسرا جدید اور اضافہ شدہ ایڈیشن ہے۔ اس اضافے نے کتاب کی قدر و منزلت اور افادیت کو مزید دو بالا کر دیا ہے۔ نیز خوبصورت کتابت اور آفسیٹ کی حسین طباعت نے کتاب کو دیدہ زیب اور دلکش بنا دیا۔

یہ اکیڈمی کس طور پر اپنے اشاعتی پروگرام کو ترتیب دینے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس سلسلہ میں کیا لائحہ عمل تیار کیا جائے گا اور اس کی تفصیل آپ حضرات کو رسالوں کے ذریعہ معلوم ہوتی رہے گی۔

اکیڈمی اپنے تابناک مستقبل اور نشر و اشاعت کے سلسلہ میں آپ حضرات کے مخلصانہ مشوروں اور بھرپور تعاون کا خواہش مند رہے گا۔ یہ آپ کا اپنا ملی فریضہ ہے۔

آئیے ! حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کے دینی مشن کو فروغ دیجئے اور اکیڈمی کی سرفرازی کے لئے ہمارا ہاتھ بٹائیے۔

کو آن ایا اور ارشاد فرمایا کہ غور سے دیکھو کوئی اجنبی ہے لیکن نہ وہاں کوئی تھا ہی نہیں لوگ ادھر اُدھر دیکھ کر رہ گئے۔ تیسری مرتبہ پھر آپ نے سر اٹھا کر فرمایا کہ کوئی اجنبیت ضرور ہے اس لئے کہ جمعیت خاطر نہیں ہو رہی ہے۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے ہیں کہ اچانک میری نظر اپنے لبادہ پر پڑ گئی خیال ہوا کہ ضرور لباس غیر ہی جمعیت خاطر نہ ہونے کا سبب ہے۔ چنانچہ آپ اُٹھے اور اپنا لبادہ پہن کر تشریف لائے اور ذکر و فکر ہونے لگا۔

ادب

حضرت کے ادب کا یہ حال تھا کہ بیعت کے دن سے سفر آخرت تک پنڈوہ شریف کی طرف نہ تھوکا اور نہ پیر پھیلائے۔ حالانکہ بعض اوقات آپ پنڈوہ شریف سے کئی کئی ہزار میل کے فاصلہ پر بھی تھے۔ برسوں پیر و مرشد کے خانقاہ میں رہے لیکن آبادی کے اندر رفع حاجت نہیں کیا۔ آبادی سے باہر نکل کر آپ استنجے سے فراغت کیا کرتے تھے[1]

وجہ تجرّد

ایک صبح کو آپ اپنے حجرے میں کپڑے بدلنے کیلئے لنگوٹ کس رہے تھے کہ پیر و مرشد کے نعلین کی آواز آئی آپ جلد جلد پٹیاں کسنے لگے حضرت شیخ دروازے تک آ گئے اور پوچھا کہ سید کس کام میں مشغول ہو عرض کیا کہ کمر خدمت کس رہا ہوں۔ اتفاقیہ حضرت شیخ کے مُنہ سے نکل گیا کہ کمر ایسی کسو کہ درمیان میں کچھ نہ رہ جائے۔ آپ کا اشارہ جنسی میلان کی طرف تھا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ کپڑے پہن چکے تھے۔ یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے کہ بہت اچھا پیر و مرشد انشاء اللہ زندگی بھر اس کے خلاف نہ ہو گا۔ یہ گویا آپ کے زندگی بھر مجرد رہنے کا عہد تھا۔

حضرت شیخ کو بیحد افسوس ہوا کہ اب ان کے سجادے کی رونق ان کے کسی اولاد سے نہ ہو گی۔ اور اسی جگہ مراقب ہو گئے جب سر اٹھایا تو یہ بشارت سنائی کہ سید حکم الٰہی یوں ہی تھا کہ تم تجرد کی زندگی بسر کرو لیکن مبارک ہو کہ نہیں ایک دینی بیٹا دیگا جو تمہارے ہی خاندان کا چشم و چراغ ہو گا اس کے بزرگی کی شہرت دور

---

[1] گلزار اشرفی مؤلفہ شاہ عزیز اشرف۔ (مؤلف)

نزدیک ہوگی اور اس کا سلسلۂ نسب وارادت قیامت تک قائم رہے گا اور اس کی اولاد تمہارے نام ہی سے منسوب گی [1]

خطاب آسمانی ایک مرتبہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ عالم بالا سے تمہارے لیے کسی خطاب کا آرزومند ہوں مگر ابھی کچھ حکم نہیں آیا اور پھر بار ہا یہی فرماتے رہے تھوڑے ہی دنوں کے بعد شب برات آئی۔ حضرت شیخ اپنے حجرے میں مراقب تھے اور خانقاہ کا ہر شخص مصروف عبادت تھا۔ جب مرغ سحر نے طلوع فجر کی اطلاع دی تو پیر مرشد کے حجرے سے جہانگیر۔ جہانگیر کی آواز آنے لگی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ در و دیوار بھی اسی آواز سے ہم آہنگ ہوکر یہی صدا بلند کر رہے ہیں۔ خانقاہ کے ہر عابد نے اس آواز کو سنی اور متحیر تھے۔

جب حضرت شیخ صبح کی روشنی کی طرح حجرہ شریف سے نکلے تو حضرت قدوۃ الکبریٰ کو بلایا اور فرمایا کہ فرزند اشرف تم نے کوئی آواز سنی۔ آپ نے فرمایا کہ حضور جہانگیر جہانگیر کی آواز دیر تک آپ کے حجرے میں گونجتی رہی حضرت شیخ نے تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ یہ خطاب تمہیں مبارک ہو۔ عرصے سے مجھے جس چیز کی آرزو تھی الحمد للہ کہ آج پوری ہوئی۔

جب یہ خبر خانقاہ میں مشہور ہوئی تو دستور کے مطابق اصحاب خانقاہ نے آپ سے مصافحہ کیا اور سب نے مبارکباد پیش کی۔ آپ نے اسی وقت ذیل کا قطعہ پیر مرشد کی خدمت میں پیش کیا۔

مرا از حضرتِ پیر جہاں بخش — خطاب آمد کہ اے اشرف جہانگیر
کنوں گیرم جہانِ معنوی را — کہ فرماں آمد از شاہم جہانگیر

تکمیل تصوف آپ کو حضرت شیخ کی خدمت میں رہتے ہوئے اب چھ سال ہو چکے تھے۔ ایک دن آپ پیر و مرشد کی خدمت میں تھے اور حضرت شیخ معارف و اسرار و حالات بیان فرما رہے تھے۔

---

[1] آنے والے اوراق میں تفصیل ملے گی ۱۲

تقریر ختم فرمانے کے بعد آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ فرزند اشرف میں استعداد بھر تمہیں بھر پور تعلیم دی ہدایت کاز اور نہایت اسرار سے آگاہ کر دیا اب مناسب ہے کہ تمہارے لیے کوئی مقام تجویز کیا جائے تاکہ اہل زمانہ تمہارے تعلیمات سے فیض اندوز ہوں اور فریب خوردہ ضلالت راہِ ہدایت پائیں۔

یہ سُن کر حضرت قدوۃ الکبرای کو بڑا دکھ ہوا اور بکمال ادب عرض کیا کہ حضور میں غریب الوطن ہوں۔ مجھے اپنے قدموں سے جُدا نہ فرمایئے۔ میرا تو ارادہ ہے کہ خدمت پیر کی سعادت تاحیات حاصل کروں گا اور ان قدموں کی برکت سے ہمیشہ فیض یاب ہوتا رہوں گا۔ میں اپنی زندگی کو نذر آستانہ سمجھتا ہوں۔

ارشاد ہوا کہ مرضئ الٰہی یوں ہی ہے اور تم الگ ہونے پر مجبور ہو۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو ہدایت خلق کا کام محدود ہو جائے گا۔ تم کو اس حکم پر راضی ہو جانا چاہیئے۔ حضرت نے سر تسلیم خم کر دیا۔ مرشد نے ولایت جونپور سپرد کیا اور یہ طے کر دیا کہ اس مبارک مہینے کے بعد شوال میں اپنے مرکز کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ ساڑھے چھ سال خدمت شیخ میں رہنے کے بعد ۷۴۲ھ ہجری کو عید کے دن پیر و مرشد نے حکم سفر دے دیا۔

سفر تبلیغ خانقاہ والوں کے سوا شہر کے تمام اکابر و اصاغر کو حضرت شیخ نے بلایا اور آپ کی روانگی کے متعلق لوگوں کو بتایا۔ عالی مرتبت مرید کی جدائی کا قلق سب کو ہوا۔ پیر و مرشد نے آپ کو لباس ہائے فاخرہ پہنائے۔ نقارہ و علم مرحمت ہوا۔ چند خیمے ساتھ کئے۔ متعدد سواریاں جن میں گھوڑے اور باربرداری کے جانور بھی شامل تھے کچھ فقرا اور درویشوں کو بھی آپ کے ساتھ کیا، کئی ایک خدام بھی عطا ہوئے اور اس شاہانہ شکوہ کے ساتھ آپ پیر کی جدائی کا قلق لیکر آنسوؤں کے سائے میں پنڈوہ سے رخصت ہوئے۔

شمن ادولی راستے میں ایک فقیر "شمن ادولی" نام کے ملے۔ آپ کے خدم دشم اور خیمہ و خرگاہ کو دیکھ کر سوچنے لگے کہ یہ درویشی کرتے ہیں یا بادشاہی

صوفیوں کو اس شکوہ و شان کی کیا ضرورت۔

حضرت نے فراست باطن سے ان کے خطرۂ دل کو سمجھ لیا اور فرمایا کہ میخ طویلہ گل (مٹی) میں ہے دل میں نہیں ہے اور حضرت شیخ ابو سعید کی یہ رباعی پڑھ دی۔

غرض از جاہل کار است اے یار   ہر نوئے کہ ظاہر ہست گو باش!
ہر کس نیست لازم راہ تجرید...   چوں او آں تو شد تو آں او باش

محمد آباد گوہنہ اور پھر منزل بہ منزل کوچ کرتے ہوئے قصبہ محمد آباد گوہنہ (ضلع اعظم گڈھ) پہونچے۔ سواد قصبے کے باہر ایک باغ میں آپ کا خیمہ نصب ہوا اور گرد و پیش ساتھیوں نے قیام فرمایا۔ اس دیار کے علمار و فضلار حضرت کی ملاقات کیلئے آئے دیر تک گفتگو ہوئی۔ بر سبیل تذکرہ مناقب اصحاب کا ذکر ہوا فضائل اصحاب پر آپ نے مدلل تقریر فرمائی علمار خوش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس موضوع کی ایک کتاب بھی میں نے لکھی ہے لوگوں کی خواہش پر حضرت نے اپنے کتاب دار مولانا حسین کو اشارہ کیا انھوں نے لاکر پیش کی، سب لوگوں نے اس کی بیحد تعریف کی لیکن ایک فاضل قاضی احمد تھے انھوں نے اعتراض کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کے مناقب شیخین سے زیادہ لکھ کر غلطی کی گئی ہے۔ بعض دیگر علمار بھی ان کے ہمزبان ہو گئے حضرت نے بزرگانہ انداز میں گفتگو شروع کی لیکن وہ لوگ بحث پر اڑ آئے۔ رسائل اور کتب کے حوالے دیئے جانے لگے۔ آخر کو جب وہ لوگ اٹھ کر گئے تو طے کیا کہ حضرت کے فاطمی ہونے کا استفتار لکھا جائے اور

کرامت جمعہ کے دن مسجد جامع میں پیش کیا جائے مگر جب جمعہ کا دن آیا تو ایسی طوفانی بارش ہوئی کہ مسجد تک کوئی آ ہی نہ سکا۔ عوام تک ان خبروں کی اطلاع ہو چکی تھی، سب نے اس کو آپ کی کرامت سمجھی اور بہت لوگ ڈر گئے کہ سید کے ساتھ گستاخی کی یہ آسمانی تنبیہ تھی۔

علمار میں ایک صاحب سید خاں تھے انھیں ایام میں انھیں خواب میں ہدایت ہوئی کہ اشرف جہانگیر جگر گوشۂ رسول ہیں، حاضر خدمت ہو کر معافی

مانگو۔ صبح مولانا نے اس خواب کا اپنی اہلیہ سے ذکر کیا۔ اُس صالحہ نے کہا کہ ضرور جاکر معذرت کرو یقیناً یہ کوئی اللہ کے ولی ہیں اور ان سے اولاد کیلئے بھی دعا کراؤ۔ شاید انھیں کی دعاؤں سے ہمارے گھر کا چراغ روشن ہو۔ میرا دل تو گواہی دیتا ہے کہ یہ وہی بزرگ ہیں جنکو میں ایک مرتبہ خواب میں دیکھ چکی ہوں کہ پورب سے ایک نورانی شکل کے بزرگ آئے اور انہوں نے مجھے چار آم دیئے۔

مولانا اُسی وقت اٹھے اور بارگاہ جہانگیری میں حاضر ہوئے اور بہت بہت معذرت چاہی پھر حضرت قدوۃ الکبریٰ سے عرض کی کہ حضور ملال خاطر نہ فرمائیں، میں معترضین کو دنداں شکن جواب دوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ فقیر نے بھی جواب باصواب دیا لیکن وہ لوگ ناانصافی کرتے ہیں اور بات مانتے نہیں لیکن سید خاں نے حضرت کی کچھ ایسی دل جوئی کی کہ آپ کی طبیعت خوش ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد مولانا جب اٹھے تو حضرت نے اُنھیں چار آم مرحمت فرمائے اور ارشاد فرمایا

کرامت

کہ مولانا آپ کو چار بیٹے مبارک ہوں۔ ایک کا نام طاہر رکھنا دوسرے کا مُطہر، تیسرے کا طیب چوتھے کا محمد رکھنا انشاء اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک صاحب علم و فضل ہوگا۔ سید خاں بہت خوش خوش گھر واپس آئے اور آم مرحمت ہونے سے حضرت کی طرف ان کا اعتقاد بہت بڑھ گیا۔

دوسرے جمعہ کو علماء نے استفتاء پیش کر دیا۔ قبل اس کے کہ کوئی آغاز گفتگو کرتا سید خاں استفتاء کو ہاتھ میں لے کر اُٹھے اور ایک فاضلانہ تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا کہ مناقب حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کچھ زیادہ بیان کرنا غیر سید کیلئے قابل اعتراض ہو سکتا ہے لیکن سیدزادے کی گرفت غلطی ہے اس لیے کہ ہر شخص اپنے والدین کی تعریف میں (اگر شرعاً مستحق ہے) غلو کر سکتا ہے۔ علماء نے اس خیال کی سند مانگی تو سید خاں نے کتاب جامع العلوم سے ایک عبارت نقل کر کے پیش کر دی کہ:۔ اَلنَّاسُ اَبْنَاءُ الدُّنْیَا وَلَا یُلَامُ الرَّجُلُ عَلٰی حُبِّ اَبَوَیْہِ وَ مَدْحِھِمَا یعنی لوگ دنیا کی اولاد ہیں اور کسی شخص کو

اپنے والدین کی محبت اور تعریف کرنے پر ملامت نہ کرنا چاہیئے۔ یہ سُن کر تمام معترضین خاموش ہو گئے اور معذرت چاہنے لگے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے مولانا سید خاں اور ان کے ساتھی قاضی حمید الدین کو بہت دعائیں دیں اور فرمایا کہ خدا تمہیں اور تمہاری اولاد کو فلاح دارین مرحمت فرمائے۔ اس واقعہ کے بعد بھی حضرت نے چند ایام وہاں قیام فرمایا اور اس کے بعد ظفر آباد تشریف لائے: خدّاموں نے عرض کی کہ قیام کس جگہ ہو گا، حضرت نے فرمایا

ظفر آباد

کہ مسجد ہی میں مناسب ہو گا۔ حضرت کی عادت کریمانہ یہ تھی کہ مسجد کے قیام کو زیادہ پسند فرماتے تھے چنانچہ یہاں بھی مسجد ظفر خاں میں سامان اتارا گیا۔ سواری اور بار برداری کے جانور بھی مسجد میں باندھ دیئے گئے لوگوں نے آکر دیکھا تو واپس جاکر ہنگامہ مچادیا کہ عجیب درویش آئے ہیں کہ زبردست عالم بھی معلوم ہوتے ہیں اور احترام مسجد کے خلاف عمل بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ چند لوگ اس خیال سے کہ آپ کو مسجد سے کہیں الگ قیام کرنے پر مجبور کریں۔ آپ کی خدمت میں آئے لیکن جلال درویشانہ سے ہمت نہ پڑی اور قریب ہی بیٹھ گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک جانور نے آپ کی طرف دیکھا اور کچھ اشارہ بھی کیا۔ آپ نے کسی خادم کو پکارا اور فرمایا کہ

کرامت

فلاں جانور کو باہر لے جاؤ پیشاب کرے گا اور حضور مصروف تکلم ہو گئے، تھوڑے ہی وقفہ کے بعد ایک گھوڑے نے بھی پھر حضرت کی طرف دیکھ کر کچھ اشارا کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے بھی باہر لیجاؤ یہ لید کرے گا۔ پھر آنے والوں کی طرف آپ نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جانوروں کا مسجد میں باندھنا ان کی کثافت اور غلاظت کی وجہ سے فقہا نے منع کیا ہے۔ جب میرے جانوروں میں وہ علت باقی نہیں تو باندھنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ ہاں ادب کا تقاضہ یہی ہے کہ نہ باندھا جائے مگر میں مسافر ہوں میرے پاس حفاظت کیلئے یہ جانور مسجد میں باندھ دیئے گئے۔ آپ کو ہٹانے والے آپ کا اعتقاد لے کر واپس ہوئے ظفر آباد میں آپ نے چندے قیام فرمایا۔ اثنائے قیام میں چند اوباشوں نے کسی طرف سے شہ پاکر آپ کا مذاق اُڑانے کیلئے ایک

ڈھونگ رچایا۔

انجام بے ادبی

ایک فرضی جنازہ بنایا اور اس میں ایک شخص کو لٹا کر اسے سمجھا دیا کہ جب نماز پڑھانے کوئی کھڑا ہو اور نیت باندھ لیں تو تم جنازے سے باہر نکل آنا اور پھر ہم لوگ مذاق اڑائیں گے۔ چنانچہ یہ اسکیم بنا کر اور جنازہ اٹھائے ہوئے روتے دھوتے وہ لوگ مسجد ظفر خاں پہونچے اور آپ سے نماز جنازہ پڑھانے کے خواہش مند ہوئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میاں شہر کے کسی مولوی سے نماز پڑھوالو میں مسافر ہوں مجھے کیوں لے چلو گے مگر ان لوگوں نے بیحد اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص واقعی مر گیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ کیا حضور زندوں کی بھی نماز پڑھائی جاتی ہے؟ آپ نے ساتھیوں میں سے کسی کو حکم دیا کہ دیکھو ایک شخص مر گیا ہے یہ لوگ اس کا جنازہ لے کر آئے ہیں نماز پڑھا دو۔

صف درست ہو کر جب انھوں نے نیت باندھ لی تو یہاں آپس میں سرگوشی ہونے لگی کہ اب دیکھو اٹھا ہی چاہتا ہے اور اچھا لطیفہ ہاتھ آیا لیکن لوگ سوچتے ہی رہے اور نماز ختم بھی ہو گئی۔ لوگ جا کر دیکھتے کیا ہیں کہ اس کی روح ہمیشہ کیلئے رخصت ہو چکی ہے، کہ اب کسی اللہ کے ولی کے ساتھ گستاخی نہ کر سکے لوگ بد حواس ہو گئے اور اب واقعی روتے سر پیٹتے جنازہ لے کر واپس چلے گئے۔ اس واقعہ سے سارے شہر اور مضافات شہر میں آپ کے کمالات فقر کا سکہ جم گیا اور مسجد میں اژدہام خلائق ہونے لگا۔ اور مخلوق آپ کی ہدایت سے فیضیاب ہونے لگی!

شیخ کبیر

ظفر آباد کے قریب ایک گاؤں سرور پور تھا وہاں ایک نوجوان عالم شیخ کبیر تھے۔ ان کو جب آپ کے متعلق علم ہوا تو حاضر دربار ہوئے اور جبین عقیدت جھکا کر بیعت ہو گئے اور حاضر خدمت رہنے لگے۔

حاجی چراغ

ظفر آباد میں سلسلۂ سہروردیہ کے ایک باکمال بزرگ حاجی چراغ ہند رہتے تھے ان کو حضرت کا قیام ناگوار تھا اور مولانا کبیر کا مرید ہونا تو انھیں اور بھی زیادہ شاق ہوا اس لئے کہ یہ مولانا انہی کے پاس بھی آیا جایا کرتے

تھے اور انھیں قوی توقع تھی کہ ہمارے ہی مرید ہوں گے۔ حالانکہ یہ چیز بہ منصب فقر کے منافی اور صوفیاء کے شایان شان بات نہ تھی لیکن تقاضائے بشریت کہ انھیں غصہ آگیا اور بد دعا دی کہ شیخ کبیر جوان مریں۔ شیخ کبیر کو اطلاع ہوئی تو سخت رنجیدہ ہوئے مگر بزرگوں کی روحانی تصرف نے ان کی ہمت بھی بندھائی اور انھوں نے بھی کہدیا کہ جو بد دعا حاجی چراغ نے مجھے دی ہے وہی ان پر پڑے اور وہ مجھ سے پہلے مریں۔ دونوں بزرگوں کی دعاؤں نے باب اجابت پر قبولیت حاصل کر لی۔ چنانچہ شیخ کبیر جوانی ہی میں بوڑھے ہوگئے اور عمر طبعی سے پہلے وفات پائی۔ لیکن حاجی چراغ صاحب ان سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہوگئے۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ شیخ کبیر اپنے زمانہ کے نادر الوجود ولی اللہ تھے۔ انھیں حضرت شیخ کبیر کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام محمد تھا۔ یہ بہت کم عمر تھے کہ عابد و زاہد باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ لیکن کمسن بچے کیلئے حضرت قدوۃ الکبریٰ کی دلجوئی شفقت منتظر بن کر ہمہ وقت ساتھ رہتی اور حضور اقدس اکثر فرمایا کرتے کہ یہ بچہ شیخ کبیر کی یادگار اور دُرِّ یتیم ہے۔ اور موتی بھی کیسا جو دوستوں کے تاج کی زینت ہے۔ اکثر یہ بھی فرماتے کہ اگر میں ان کے تعلیم و تربیت میں کوتاہی کروں تو نا انصافی ہوگی۔

حضرت نے پہلے انھیں قال (علوم ظاہر) کی تعلیم دی اور پھر حال (راہ سلوک) سے انھیں آشنا کیا۔ ریاضت و مجاہدے کرائے۔ کئی چلہ کشی کے بعد حضرت نے عطائے خلافت سے بھی نوازا۔ بہر حال حضور کی کرم فرمائیوں نے پر انداز سے انھیں نوازا اُن کی شادی بھی ان کے مکان سرور پور کے قریب ایک تاجر کی لڑکی کے ساتھ کر دیا۔ حالانکہ وہ تاجر ان کی غربت کی وجہ سے عذر کرتا تھا لیکن حضور کی مروّت خسروانہ قابل صد ہزار احترام کہ آپ خود اس تاجر کے گھر تشریف لیگئے۔ اور ان کے تمام خرچ کی کفالت کے ذمہ دار بن کر بالآخر اُسے شادی کرنے پر آمادہ ہی کر لیا اور شادی ہو بھی گئی یہ ہمیشہ سفر و حضر میں حضور کے ہمرکاب ہی رہا کرتے تھے۔ بعد میں آپ صرف دُرِّ یتیم کے نام سے ہی یاد کیے جانے اور حضور کا عطا کردہ نام ہی نامی ہوا۔ سرکار قدوۃ الکبریٰ کی بارگاہ سے آپ کو مریدوں کا احتساب سپرد تھا۔

بڑوں کی باتیں

ایک دن حضرت مسجد (ظفر خاں) میں بیٹھے تھے. خدام واہل حاجت بھی مودب بیٹھے تھے کہ حاضرین کو اچانک غیر معمولی گرمی محسوس ہونے لگی. بحد امکان لوگ برداشت کرتے رہے بالآخر ایک ایک کرکے سب محفل سے اٹھ گئے اور باہر آکر اس شدید گرمی کے متعلق گفتگو کرنے لگے مگر کسی کی سمجھ میں نہ آیا ایک صاحب اُن میں سے حضرت کو دیکھنے آئے کہ آخر حضور کیوں اُٹھ کر باہر نہیں چلے آتے اور گرمی کی تکلیف برداشت کر رہے ہیں. دیکھا تو حضور مسکرا رہے ہیں. اُن کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ چراغ کی گرمی ہے اگر اس کو ٹھنڈا کرنا چاہتے ہو تو پانی لاؤ. چھاگل قریب ہی رکھی تھی. آپ نے اس سے پانی انڈیل کر ادھر اُدھر چھڑک دیا. یہاں کی گرمی تو ضرور دور ہوگئی مگر حاجی چراغ صاحب اس وقت غسل فرما رہے تھے ادھر پانی چھڑکا گیا ادھر ان کا جسم ٹیڑھا ہوگیا. جلال جہانگیری نے ان کو خوف زدہ کر دیا. اپنے سلسلے کے بزرگوں کے وسیلہ سے بارگاہ رسالت پناہ روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فریاد کی، اور اپنی صحت کی دعا مانگی پیغمبر انسانیت کے دربار سے جواب ملا کہ وہ ہمارے فرزند اور مہمان تھے ان کی تواضع اور خاطر کرنی چاہیے تھی چہ جائیکہ ان کے ساتھ خلاف آئین ناروا سلوک کیا گیا. جاؤ انھیں سے معذرت چاہئیں.

چنانچہ بعد معذرت ایک دوسرے کے دل صاف ہوگئے اور دونوں بزرگ ایک دوسرے کے قیام گاہ پر تشریف لیگئے، اور ساتھ ہی ماحضر تناول فرمایا.

کایا پلٹ

ایک دن حاجی صاحب حضرت کی محفل میں تشریف رکھتے تھے کہ چند سارق آکر بیعت کے خواہش مند ہوئے. آپ نے براہ تواضع حاجی صاحب سے فرمایا کہ ان لوگوں کو آپ مرید کرلیں. حاجی صاحب نے فرمایا کہ بیعت سے مراد توبہ ہے اور یہ توبہ نہیں کرتے ان کو میں کیسے مرید کروں.

حضور نے فرمایا کہ میں سائل کو مایوس نہیں کرتا، اور لوگوں کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا. ایک شخص کا ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا جیسے دست جہانگیر سے اس کا ہاتھ مس ہوا چور لرزنے لگا اور بے اختیار توبہ واستغفار کرنے لگا. اسکے بعد

دوسرا چور آگے بڑھا۔ حضور کے دست حق پرست کے مس کے ساتھ ہی ساتھ تائب ہوا اسی طرح ایک ایک کرکے سب تائب ہو گئے اور پھر حضرت قدوۃ الکبریٰ کے توجّہ باطن سے ان کا ہر شخص اللہ والا ہو گیا۔ چند سے آپ نے وہاں قیام فرمایا اور اسکے بعد وہاں کے مریدین ارجواس آمد میں ہوئے تھے ، کو حضرت شیخ کبیر کی تربیت میں دیکر آپ عتبات عالیہ کی زیارت کیلئے یہیں سے روانہ ہو گئے۔ یہ تقریباً ۷۴۵ھ ہجری کی بات ہے۔[1]

یہاں سے آپ ساحل سمندر پہونچے اور پھر بحری راستے سے آپ

عتبات عالیہ

بصرہ تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے حضرت خواجہ حسن البصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر اکابرین اصفیاء کے مقامات کی زیارت فرمائی اور فیوض زندو زہوئے۔ بصرے سے چل کر کربلائے معلّےٰ اپنے جدّ مکرم امیر الشہداء امام عرش مقام سیدنا حسین علیہ السلام کے مزار اقدس پر تشریف لیگئے۔ پھر نجف اشرف اور کاظمین شریف میں حاضری دی اور ان مقامات کے برکات سے متمتع ہوئے یہاں سے آپ نے بغداد شریف ورود فرمایا۔ اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر بزرگان اسلام کے آستانوں پر تشریف لے گئے۔ قیام بغداد میں ایک مرتبہ وہاں کے علماء و مشائخ نے آپ سے وعظ فرمانے کی آرزو کی۔ پانچ ہزار کے مجمع میں آپ نے سورہ یوسف کی تفسیر بیان فرمائی۔ جب آیت کریمہ لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ پر پہنچے تو ایسے ایسے رموز و حکمت بیان فرمائے کہ بہت سے لوگ بے ہوش ہو گئے اور سارے مجمع پر بیخودی کا عالم طاری ہو گیا اسی محفل میں خلیفۂ بغداد بھی تھے۔ جنھوں نے محل پہونچ کر ایک گھوڑا اور ہزار اشرفیاں نذر بھیجیں آپنے واپس فرما دیا۔ دوسری مرتبہ خلیفہ خود لیکر حاضر ہوئے تو آپ نے قبول فرمالیا۔

اس سفر میں ایک بزرگ شیخ عبداللہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے حضرت ابو سعید ابوالخیر کی ایک رباعی آپ کو مرحمت کی اور کہا کہ اگر مریض پر اس کو پڑھ کر دم

---

[1] ظفر آباد سے بصرے تک حالات سیاحت کی تفصیل نہیں مل سکی ۱۲

حضرت مؤلف سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ جائس مدظلہ العالی کے حالاتِ زندگی

خانوادۂ اشرفیہ

تارک السلطنت، غوث العالم، محبوب یزدانی حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عالمی روحانی مشن کے فروغ اور اپنی جانشینی کے لئے اپنے بھانجے حضرت عبدالرزاق نورالعین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا انتخاب فرماکر اپنی فرزندی میں لے لیا اور تمام کمالات ظاہری و باطنی کا مظہر اتم بنادیا۔ حضرت نورالعین رحمۃ اللہ علیہ حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دسویں پشت میں، آپ کے شہزادے حضرت سید تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل سے ہیں۔ اس طرح آپ نسبًا جیلانی اور ارادۃً اشرفی ہوکر مجمع البحرین ہوگئے۔ آپ کی نسل ہی "خاندانِ اشرفیہ" سے معروف ہوئی جس کا سلسلہ آپ کے تین فرزندوں سے چلا (۱) خلف اکبر حضرت سید شاہ حسن اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت سید شاہ حسین اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت سید شاہ حاجی احمد اشرفی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تینوں نسلوں سے سجادہ نشین اور مراسم عرس کا سلسلہ جاری ہے۔

خلف اکبر سے موجودہ سجادہ نشین شیخ المشائخ حضرت علامہ الحاج سید شاہ محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ہیں۔

خلف ثانی سے موجودہ سجادہ نشین مولانا سید ظفر الدین اشرف اشرفی جیلانی ہیں اور خلف ثالث حضرت شاہ سید احمد اشرفی جیلانی صاحب ولایت جائس سے موجودہ سجادہ نشین "محبوب یزدانی" کے مؤلف شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج سید شاہ نعیم اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ہیں۔

کیا جائے تو حق سبحانہ، تعالیٰ سے اس کے صحت کی قوی توقع رکھنی چاہیئے۔

فتنہ انگیزی و دامن در کشی | تیر اندازی کماں پنہاں کنی
بانو نتواں گفت ایں و آں مکن | بادشاہی ہر چہ خواہی آں کنی

نورالعین بغداد شریف سے آپ قصبہ گیلان (جائے پیدائش حضرت پیران پیر) تشریف لے گئے، وہاں حضرت غوث الاعظم کی نسل پاک سے ایک بزرگ سید حسین عبدالغفور تھے جن کو حضرت قدوۃ الکبریٰ کی خالہ زاد بہن منسوب تھیں آپ نے چندے وہاں قیام فرمایا۔

حضرت سید عبدالغفور کے ایک سعادت مند اور با اقبال صاحبزادے سید عبدالرزاق تھے جن کو حضرت سے بیحد اُنس ہو گیا تھا اور برابر حاضر خدمت رہا کرتے تھے۔ اور حضرت بھی ان کی اس سعادت مندی سے بہت ملتفت تھے سید زادے کی عمر اس وقت بارہ ہی سال کی تھی مگر ان کی پیشانی سے نور ولایت ضو فگن تھا۔

حضرت نے جب ارادہ سفر ظاہر کیا تو حضرت سید عبدالرزاق نے اپنے والدین سے حضرت کی ہمرکابی اور خدمت کی اجازت چاہی۔ شفقت پدری اور ماں کی ممتا بیتاب ہوئی اور قرۃ العین کو بہت طرح سے چاہا کہ میرے ہی ہو کر گیلان میں رہیں مگر جس کو عالم کا نورالعین ہونا تھا وہ صرف باپ کی قرۃ العینی پر کیسے قناعت کرتے۔ جب صاحبزادے کے عزم صمیم کو والدین نے دیکھا اور اُنھیں یہ یقین ہو گیا کہ اگر بخوشی اجازت نہ دی گئی تو بغیر اطلاع کے چلے جائیں گے، تو بالآخر ہاشمی خون نے جوش مارا اور سوچا کہ کمسن سید تو معرفت الٰہی کا ایسا متوالا ہے کہ اس کم عمری میں ترک علائق پر آمادہ ہو گیا تو میں ان کے طلب کی راہ میں کیوں رکاوٹ بنوں چنانچہ پہلے تو اپنی اہلیہ محترمہ کو آمادہ اور ہم خیال بنایا اور پھر صاحبزادے کا ہاتھ پکڑ کر حضرت قدوۃ الکبریٰ کی خدمت میں آئے اور چھوٹے سید کی بیتابی شوق اور طلب مولےٰ کے جذبہ کا ذکر کرتے ہوئے عرض کی کہ میں اس کمسن بچے کو آپ کی خدمت کیلئے نذر کرتا ہوں اور اپنے حقوق پدری کو معاف کرتا ہوں۔ ان کی اہلیہ نے بھی کہا کہ میں نے بھی اپنے حقوق مُعاف کیے

اور یہ بچہ ہم دونوں کا نذرانہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا نے صاحبزادے کو اپنی فرزندی میں قبول کیا اور نور العین کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ حضرت کے فیض صحبت اور اثر تربیت نے آپ کو علوم ظاہر و باطن کا سنگم بنا دیا۔ ان کیلئے حضرت اکثر فرماتے تھے کہ کسی مخلوق نے مجھے ممنون نہیں کیا سوائے نور العین کے یہ بھی فرماتے تھے کہ انھوں نے میری خدمت کر کے مجھے اپنا بنا لیا۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ انھوں (عبد الرزاق نور العین) نے چالیس سال تک میرے وضو کے بچے ہوئے پانی کو چھپ کر پیا۔ دعا ہے کہ اس آب حیات کے اثرات ان کے اور ان کی اولاد میں قیامت تک باقی رہیں اور انھیں روز افزوں ترقی درجات حاصل ہوں۔ حضرت کے وصال کے بعد آپ بموجب ارشاد برشد زیب سجادہ ہوئے اور چالیس سال تک مراسم سجادگی ادا کرتے رہے حضرت نور العین[1] کو سرکا بی غالباً ۸۴۶ھ میں میسر آئی۔

دمشق پھر آپ نے سرزمین عراق سے دمشق میں ورود فرمایا اور جامع مسجد میں قیام پذیر ہوئے۔ رمضان المبارک کا چاند یہیں نظر آیا اور پورے مہینہ کے قیام کا ارادہ فرمالیا۔ مسجد جامع کی امامت بھی فرماتے رہے۔ تراویح کے وقت بڑا اجتماع ہوتا۔ شہر کے تمام علمائے و فضلاء آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کیلئے شہر کے ہر حصے سے آتے اور کہا کرتے کہ جس نے امام متقی کے پیچھے نماز ادا کی تو اسے سمجھنا چاہیے کہ اس نے پیغمبر حق کے اقتدا میں نماز ادا کی۔ عشرۂ آخر میں آپ نے اسی مسجد میں اعتکاف فرمایا۔

اکثر ایسا ہوتا کہ آپ ایک ہی تراویح میں پورا پورا قرآن تلاوت فرما دیتے لیکن اس دن بہت سے لوگ عام طور پر ایک معین وقت تک سنتے اور پھر بیٹھے رہتے یا چلے جاتے لیکن جو اہل اللہ تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہی قیام معراج المؤمنین ہے۔

---

[1] بعض تذکروں میں جو یہ لکھا ہے کہ حضرت نور العین ۸۴۰ھ میں حضرت کیساتھ ہوئے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حضرت نے ۸۴۲ھ میں آستانہ پیرو مرشد سے حکم سفر پایا۔ دو سال پہلے حضرت نور العین کیسے ملے۔ (مؤلف)

خود فراموشی جب ہلال عید نظر آیا اور لوگ دید عید کی مسرتوں سے ہمکنار ہو رہے تھے حضرت نے ایک آہ کی اور گردن جھکا کر خاموش ہو گئے۔ بہت دیر کے بعد جب آپ نے سر اٹھایا تو فرمایا کہ ایام اعتکاف میں مجھے بالکل ہوش نہ تھا خیال نہیں کہ میں نے نماز ادا بھی کی یا نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور نماز کا کوئی ادب تک فروگذاشت نہیں ہوا۔ آپ نے یہ سُن کر اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ میرا وقت بھی شیخ اکبر کی طرح محفوظ رکھا گیا۔[۱]

شطحیات ایک دن کچھ صوفی آئے اور شطحیات صوفیہ کے معنے آپ سے پوچھنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ فقیروں کے اپنے خاص اصطلاحات ہیں جیسے جملہ علوم وفنون اپنے کچھ خاص مصطلمات رکھتے ہیں اور پھر اس موضوع پر تقریر فرمانے لگے تو گویا معارف وحکم کے دھارے بہہ رہے ہیں۔ حاضرین محفل جھوم جھوم اُٹھے لیکن جن لوگوں نے سوالات کئے تھے وہ اور مزید گفتگو کرنے لگے اثنائے گفتگو میں آپ نے محسوس فرمایا کہ ان لوگوں کا مقصد استفادہ نہیں ہے بلکہ اظہار قابلیت ہے، تو آپ نے تقریر کا رُخ موڑ کر فرمایا کہ عزیزو! الفاظ کے گورکھ دھندے میں نہ پھنسو اس لئے کہ لفظوں کے ادراک سے توحید کی معرفت نہیں حاصل ہو سکتی فقیر بننا چاہتے ہو تو ترکِ خواہشات کرو اور ریاضت ومشاہدے کے ذریعہ تہذیب فقر سیکھو۔ پھر کہیں جا کے اسرار وحدت سمجھو گے۔ صوفیوں کی اصطلاحات سے تصوف کا درس نہیں ملتا۔

علالت بعد عید حضرت نے زیارت مدینۃ الرسول کا ارادہ فرمایا مو ہاں پہنچکر آپ سخت بیمار ہو گئے سب لوگ سخت بے چین رہتے۔ بیماری کو بیس[۲۰] روز ہو چکے تھے۔ اکیسویں[۲۱] شب تھی کہ حضور نے وقت سحر آفتاب رسالت

---

[۱] شیخ اکبر محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی ایک بار ایسی ہی طاری ہوئی کہ نماز وغیرہ سب پڑھتے لیکن اس کا ہوش نہیں تھا (از فتوحات مکیہ) (مؤلف)

تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نظارہ جمال فرمایا۔

تشریف زیارت تاجدار مدینہ نے بشارت دی کہ فرزند **اشرف** تمہاری تکلیف رفع ہو چکی۔ ابھی عزم آخرت نہ کرو۔ تمہاری عمر بہت باقی ہے۔ بیشمار انسانوں کو تمہارے ہاتھوں مشرف باسلام ہونا ہے۔ اور کتنے مسلمان تمہارے ذریعہ معرفت الٰہی کا درس لیکر صف عوام سے زمرۂ خاص میں شامل ہونگے اور بھی رموز و اسرار سے آگاہ فرمایا۔

صبح ہوتے ہی آثار صحت نمایاں ہونے لگے اور چند ہی دنوں میں شفایاب ہو گئے۔ کئی ماہ مسجد نبوی میں اقامت گزیں رہے اور مواجہ اقدس کی حاضری ہوتی رہی۔ زمانۂ حج قریب آگیا تو بارگاہ رسالت پناہ سے روحانی اجازت لیکر کعبۃ اللہ تشریف لائے۔ یہاں امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ حضرت

اللہ کے گھر میں امام ساری زندگی حرم شریف مکہ ہی میں رہے آپ بڑے صاحب خرق و کرامت تھے۔ مناسک حج ادا کر کے حضرت قدوۃ الکبرٰی نے عرصے تک یہاں بھی قیام فرمایا۔ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بھی آئے ہوئے تھے۔ بڑی متبرک محفلیں تھیں اسلام کے تین فرزندان جلیل خدا کے گھر میں زائرین حرم کو وصول الی اللہ کا درس دیا کرتے تھے۔

حضرت سید ہمدانی حضرت قدوۃ الکبرٰی جناب سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے فضل و بزرگی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ علوم سینہ و سفینہ کے سنگم تھے میں نے ان سے فوائد سلوک و حقائق درویشی اور وجد و ذوق اتنے سیکھے ہیں کہ اگر ہر بن مو زبان ہو جائے جب بھی کما حقہ میں ان کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ انھوں نے تین مرتبہ روئے زمین کا سفر کیا۔ انھیں کے ساتھ حضرت مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر **مدینۃ الاولیاء** تشریف لائے جہاں چار سو اولیاء اللہ ایک مجلس میں موجود تھے۔ وہاں سے یہ دونوں بزرگ جبل الفتح[1] تشریف لے گئے

---

[1] یہ پہاڑ مصر میں ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جس صوفی کو راہ سلوک میں کامیابی نہیں ہوتی تھی وہ ایک معینہ مدت تک یہاں اعتکاف کرتے تو فتح الباب ہو جاتا تھا۔ لطائف اشرفی (مؤلف)

حضرت نے وہاں اولیا کے ایک گروہ کو دیکھا جو تیس سال سے توکل پر بسر کرتے تھے۔ آپ نے بھی پہاڑ پر ایک اربعین (چلّہ) ریاضت کی۔ بعد چلّہ صوفیا آپ سے ملاقات کرنے آئے۔ حضرت فرماتے تھے کہ انھیں میں غوث زمانہ بھی تھے۔

شیخ ابوالغیث یمنی بھی اس وقت وہیں تھے۔ انھوں نے آپ کو ایک پتھر دیا جو اس قدر صاف و شفاف تھا کہ ہیرا معلوم ہوتا تھا۔ اس پتّھر کی خصوصیت حضرت ابوالغیث یمنی نے یہ بتائی تھی کہ اگر مسافر اس کو پیر میں باندھ لے تو تکان سفر نہ ہوگی۔ اور ہوگی تو دور ہو جائے گی۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی پیاسا اس پتھر کو منھ میں رکھ لیتا تو اس کی پیاس دور ہو جاتی۔

ملاقاتِ اصفیا اسی پہاڑ پر تین بزرگ اور تھے جو ہمیشہ روزے سے رہا کرتے تھے ان کے افطار کیلئے غیب سے دس روٹی اور ایک پیالہ شربت آتا اگر کوئی مہمان ہوتا تو اس کو بھی اس میں شریک کر لیتے تھے۔ ان میں سے ایک بزرگ نے آکر حضرت سے ملاقات کی اور کچھ رموز و لبشارتیں دیں۔

یمن میں جذب الم مصر سے آپ یمن پہنچے۔ ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ شب برأت کی صبح تھی کہ جناب شیخ ابوالغیث یمنی بھی آگئے اور فرمایا کہ اس سال یمن بلیات و آفات بہت زیادہ ہیں۔ عوام کی قوت برداشت سے زیادہ مصیبتیں آنے والی ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے بھی معلوم ہوتا ہے شیخ نے کہا کہ ہم لوگ ان آفات و بلیات کے بوجھ کو اپنے سر کیوں نہ اٹھالیں تاکہ مخلوق خدا مامون ہو جائے چنانچہ رات بھر دونوں بزرگوں نے عبادت کی اور جذب الم فرماتے رہے اور سارے آفات کو نفوس قدسیہ پر اٹھاتے رہے۔ صبح ہوئی تو دونوں بزرگوں کے چہرے زرد تھے جیسے کسی نے جسم کا خون نچوڑ لیا ہو اس قدر نقاہت آگئی تھی کہ تین دن تک جنبش کرنے کی طاقت نہ رہی مگر یمن تباہی سے بچ گیا۔

لطائف کے ترتیب دہندہ شیخ نظام غریب یمنی اس مسجد میں آکر آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پھر حضرت کی ذات سے انھیں ایسی گرویدگی ہوئی کہ عمر بھر جدا نہ ہوئے۔ یہ واقعہ ۷۵۰ھ کا ہے اس وقت حضرت قدوۃ الکبریٰ کا سن مبارک بیالیس سال کا تھا۔

بارگاہِ شیخ ممالک اسلامیہ کے سفر اور حج بیت اللہ کر کے آپ دوبارہ پنڈوہ شریف پہنچے۔ اس آمد میں بھی آپ تین چار سال خدمت شیخ میں رہے۔ اس قیام میں کسی واقعے یا حالات کا ذکر نہیں ملتا سوائے اس کے کہ رخصت کے وقت ہادیٔ طریقت نے آپ کو بنظر کشفی وہ مقام دکھا دیا جہاں آج آپ کا مرقد مقدس ہے حضرت فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ وہ ایک گول تالاب ہے جس کے وسط میں ایک نقطہ تل کی طرح تھا اس کے لئے شیخ نے فرمایا کہ جس کو تم تل کی طرح دیکھ رہے ہو یہ ایک ٹیلہ ہے اور یہی تمہاری منزلِ خاک ہوگی چنانچہ آپ نے عزم سفر کیا اور قطع منازل کرتے ہوئے صوبۂ بہار میں دریائے سون بھدر کے قریب کوئی آبادی تھی ایک دن وہیں قیام فرمایا۔ شام کا وقت تھا فقراء رفع حاجت اور دیگر ضرورتوں کیلئے قافلے سے باہر چلے گئے۔ ایک شخص کو سامان کی دیکھ بھال کیلئے قافلہ میں چھوڑ دیا گیا۔

آبادی ویرانہ ہوگئی وہاں کے رئیس کالڑ کا اتفاقیہ آگیا اور اس درویش سے نہایت تذلیل آمیز گفتگو کرنے لگا اور آخر میں اس نے ایک پتھر درویش کے سر پہ مار دیا جس سے کافی خون بہہ گیا۔ جب حضرت کو اس بات کی خبر پہونچی تو فرمایا کہ جس جگہ درویش کا خون بہتا ہے وہاں آبادی نہیں ہوتی ویرانہ ہو جاتا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بنارس آپ اودھ کی طرف منزل بہ منزل چلے آرہے تھے جب بنارس پہونچے تو وہاں چند دن قیام فرمایا۔ ایک دن مناظر قدرت دیکھنے

کیلئے آپ باہر نکلے آپ کا گذر ایک عبادت گاہ کی طرف ہوا جہاں لوگ پتھر کے خداوندوں کی پرستش کر رہے تھے۔ آپ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور فرمایا کہ ان تراشیدہ مجسموں پر کیا موقوف ہے کائنات کا ذرہ ذرہ عکس جمالِ الٰہی ہے اور اگر جمالِ الٰہی کی ضیاء ان میں نہ ہوتی تو انسان اپنے ہاتھ کے مصنوعات کو قابلِ پرستش نہ سمجھتا۔

معبد کے مقتدر لوگ آپ کے پُر انوار چہرے کو دیکھ کر قریب آکر کھڑے ہوگئے۔ اور دین و دھرم کی فضیلت میں گفتگو ہونے لگی۔ اُنھوں نے اپنے مذہب کی سچائی کے متعلق دلائل پیش کئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں بحث و دلیل کو بہت کم پسند کرتا ہوں اپنی سچائی کا معیار تم کو بتاتا ہوں کہ تم جن کی خدائی کے صحت پر بحث کر رہے ہو اگر وہی تمہارے مذہب کے خلاف ہمارے دین کا کلمہ پڑھ دیں تو کیا تم لوگ ہماری سچائی اور حق پرستی کا اقرار کرلو گے؟

دین حق اور آپ کی کرامت

جملہ حاضرین نے وعدہ کیا اور کہا کہ اگر ایسا مشاہدات ہو جائے تو ہم سب لوگ باخلاص وارادت آپ کی بات مان لیں گے چنانچہ اس اقرار و وعدہ کے بعد آپ نے ایک بُت کو اٹھالیا اور ہاتھ میں لے کر کہا کہ اے بُت! اگر دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق ہے تو کلمہ طیبہ پڑھ دے۔ بیشمار خلائق اس وقت جمع ہوگئی تھی۔ غیر مذاہب اور خود مسلمانوں کے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بُت نے باواز بلند لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھ دیا۔

آپ کی اس کرامت اور آپ کے مذہب کی صداقت کو دیکھ کر کئی ہزار آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ بنارس سے حضرت جونپور پہنچے اور اسی مقام کی تلاش شروع فرمادی جس کا نشان مرشد برحق نے بتایا تھا بلکہ وہ جگہ دکھادی۔

جونپور اور کچھوچھہ شریف کے درمیان ایک موضع کرمینی میں آپ نے قیام فرمایا وہاں ایک قطعہ زمین لوگوں نے فرمودۂ شیخ کی طرح دیکھی لیکن جب آپ خود اس تالاب کو دیکھنے تشریف لیگئے تو کشف ہوا کہ یہ وہ تالاب نہیں ہے دو تین

دن آپ نے قیام فرماکر کوچ کر دیا اور ایک دیہاتی آبادی موضع کھڈونڈ تشریف لائے آبادی کے باہر ایک باغ تھا اس میں حضرت کا قافلہ اترا۔

روح آباد قرب وجوار کے لوگ آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہونے لگے اس گاؤں کے زمیندار ملک محمود تھے وہ بھی آکر زیارت سے مشرف ہوئے اور پابوسی کی سعادت حاصل کی۔ حضرت نے بھی ان پر بڑی شفقت فرمائی۔

کرامت دوپہر کو جب قیلولہ کا وقت آیا تو آپ ایک سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ گئے (حالانکہ آپ کا خیمہ موجود تھا) زوال آفتاب سے جب سایہ ہٹنے لگا اور آپ پر دھوپ آنے والی ہی تھی کہ ایک شاخ نے گھوم کر آپ پر سایہ کر لیا اور دھوپ سے آگے آگے وہ شاخ گھومتی رہی اور آپ پر سایہ رہا۔ جب دوپہر ڈھلی اور حضرت فریضۂ ظہر ادا کرنے کیلئے اُٹھے تو وہ شاخ سایہ کرتے کرتے پورب سے پچھم کی طرف گھوم چکی تھی۔

منزل خاک نماز و معمولات سے فارغ ہوئے تھے کہ اتنے میں ملک محمود آگئے انھیں مختصر لفظوں میں یہ سمجھا کر میں یہاں بحکم پیرو مرشد منزل خاک تلاش کرنے آیا ہوں۔ انھیں بھی ساتھ لیا اور مقام مقصود کی تلاش میں نکلے۔ موضع مذکور سے سمت مغرب قریب ہی ایک گول تالاب آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ جس کے بیچ میں ایک ٹیکری تھی اُسے دیکھ کر حضور نے فرمایا کہ یہی جگہ ہے جس کو میرے مرشد نے بنظر کشف مجھے دکھایا تھا۔

ہزم باطل ملک محمود نے عرض کی یہ مقام بہت پُرفضا ہے۔ اونچے سے ٹیلے کے چاروں طرف پانی جاذب نظر ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہاں ایک بڑا جادوگر جوگی رہتا ہے اگر خدام بارگاہ اس کو نکال دیں تو قیام کیلئے بہت نفیس جگہ ہوگی آپ نے آیت کریمہ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کی تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ چند بے دینوں کا نکال دینا کیسا دشوار ہے؟ جمال الدین راوتؔ اُسی دن دست حق پرست بیعت

ہوئے تھے۔ آپ نے انھیں فرمایا کہ جاؤ جوگی کے جادو اور استدراج کا جواب دو جمال الدین مقامی آدمی تھے بچپن ہی سے جوگی سے ڈرتے تھے۔ یہ سُن کر کانپنے لگے آپ نے انھیں قریب بلایا اور پان کی ایک گلوری چبا کر اپنے مبارک ہاتھوں سے ان کے منھ میں دیا۔

کرامت اثر گلوری پان کے منھ میں آتے ہی ڈر جانے والے جمال الدین، اشرفی کچھار کے ڈھاڑنے والے شیر ہوگئے حجابات اُٹھ گئے اور اس گلوری نے ان کی زبان کو کرامت اثر بنا دیا۔

جوگی کے قریب پہونچے اور اس سے خوب خوب باتیں کیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس مقام کو چھوڑ دو۔ یہاں ایک اللہ کا ولی ٹھہرے گا۔ جوگیوں نے کہا ہم تو بغیر کرامت دیکھے جگہ نہیں چھوڑ سکتے۔

جمال الدین نے کہا کہ ہمارے صوفیا اور درویش اظہار کرامت کو مناسب نہیں سمجھتے تم بقدر حوصلہ اپنا سحر ہم پر آزمالو۔

تاثیر توجہ چنانچہ جوگی نے کچھ سحر پڑھا اور جمال الدین کی طرف کچھ دم کیا اس کے پھونکتے ہی ہر سمت سے بیشمار زمین کو سیاہ کرتی ہوئی کالی چیونٹیوں کا ریلہ ان کی طرف بڑھنے لگا۔ انھوں نے حضرت کی طرف دیکھا آپ نے توجہ دینی شروع کی۔

جمال الدین کے منھ سے بیساختہ نکلا کہ:-

سلیمانے رسیدہ با چنیں زور ۔۔۔ تو بکشائی بر دبر لشکر مور

بود معلوم ہمت مور بے قیل ۔۔۔ دراں وقتے کہ افتد در پئے پیل

نصرتِ حق ابھی ان کے شعر ختم نہیں ہوئے تھے کہ میدان سے چیونٹیاں غائب ہو چکی تھیں اور بہت سے شعبدے جوگی اور اس کے چیلوں نے کیے مگر کوئی نگارہ جہانگیری کا جواب نہ بن سکا۔ اور بالآخر اس کو یقین ہوگیا کہ باطل حق پر فتحیاب نہیں ہو سکتا۔ تنگ آکر اس نے کہا کہ مجھے حضرت کے پاس لے چلو۔ چنانچہ جمال الدین اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت کی خدمت میں لائے جوگی کی

نظر جیسے ہی جمالِ پُرانوار پر پڑی ویسے ہی حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور بصدق و اخلاص ایمان سے مشرف ہوا۔ ان کے پانچ سو چیلے بھی تھے۔ اُنھوں نے جب گُرد کو دیکھا کہ حق کے سایے میں کھڑے ہیں تو وہ سب بھی اقرار توحید و رسالت کر کے حضرت کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ حضرت نے اسی تالاب کے کنارے جوگی کو رہنے کی اجازت دی۔ اور اپنے طریقے کے مجاہدے و ریاضت بتا کر مشغول عبادت بنا دیا۔

یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔ جوگی کے ایمان لانے کا اثر قرب و جوار پر ایسا پڑا کہ کارِ تبلیغ آسان ہو گیا اور خود بخود پانچ ہزار انسان اسلام کے دامنِ عاطفت میں آ گئے۔

تعمیر خانقاہ حضرت نے بھڈونڈ سے سارا سامان یہیں منگالیا اور سارے اصحاب بھی آ گئے اور سب کو آپ نے جگہ تقسیم کر دی کہ اپنے اپنے لئے حجرے بنالیں اور حضرت نے خاص جوگی کے مسکن کو اپنا جائے قیام اور آرام گاہ قرار دی۔ ملک محمود کی اولاد اور مسلمان رعایا سب حضرت سے بیعت ہوئے۔ ملک محمود نے خانقاہ بنوانے کی بنیاد رکھ دی۔ یہ خانقاہ تین سال میں تعمیر ہوئی۔ حضرت نے اس مقام کا نام روح آباد رکھا اور خانقاہ کو کثرت آباد کہنے کا حکم دیا۔ اور خاص اپنے لئے ایک حجرہ بنوایا جو وحدت آباد کہا جاتا تھا۔ اس حجرے کی تعمیر میں مزدور نے کام نہیں کیا بلکہ اسکی ایک ایک اینٹ اللہ والوں نے اٹھائی۔ لطائف اشرفی میں ہے کہ ایک معمار تھا اور اینٹ وغیرہ یا گارا دینے یا دیگر کاموں کیلئے حضرت نور العین، حضرت شیخ نظام یمنی حضرت شیخ کبیر شیخ عارف شیخ معروف شیخ رکن الدین شاہباز شیخ مبارک ملک محمود بابا حسین خادم خاص رحمۃ اللہ علیہم اجمعین یہی نو مقدس ہستیاں تھیں اور دسویں معمار تھا۔ ممکن ہے کہ وہ بھی صاحب دل ہی رہا ہو۔ تعمیر خانقاہ ٧٦١ھ میں مکمل ہو گئی تھی۔

چشمۂ فیض حضرت روح آباد سے پورب جانب کبھی کبھی تشریف لیجاتے تھے اور وہاں اسرار و معارف بیان فرمایا کرتے تھے اس مقام کا نام دار الامان حضرت فرماتے تھے کہ ابھی کیا آئندہ اس مقام کی رونق بہت بڑھ جائے گی اکابر روزگار

مشاہیر خانوادہ اشرفیہ

خانوادۂ اشرفیہ کے علماء و مشائخ کی شہرت و مقبولیت نیز علمی اور روحانی خدمات محتاج بیان نہیں۔ پچھلی چھ صدیوں میں نامور مشاہیر علماء و مشائخ کی اتنی لمبی فہرست اور عظیم کارناموں کا اتنا طویل ریکارڈ، ایک ہی خانوادہ میں اپنی مثال آپ ہے۔ یہی ایک خصوصیت کافی ممتاز ہے۔

"اخبار الاخیار" سے لے کر "نزھۃ الخواطر" اور "آئینۂ اودھ" تک نیز درمیانی اور موجودہ تذکروں میں تقریباً ۲۷ مشاہیر کا ذکر جمیل ملتا ہے۔ بانئ ادارہ فرنگی محل حضرت مولانا نظام الدین فرنگی محلی کے سلسلۂ اساتذہ میں حضرت مولانا سید اشرف قلی اشرفی جیلانی جائسی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے۔ حضرت مولانا سید باقر اشرفی جیلانی ملقب بہ فاضل جائسی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء و اساتذہ فرنگی محل کے ایما پر "شرح عقائد جلالی" پر ایک مبسوط حاشیہ تحریر فرمایا جس میں حضرت مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی کی بعض تحقیقات کے خلاف تحقیق فرمائی تھی۔ جو انیسویں صدی کی آٹھویں دہائی میں مطبوع ہوا تھا۔ حضرت مولانا غلام مصطفےٰ اشرفی جیلانی عرف مُلّا باسو جائسی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا شاہ علی حسن اشرفی جیلانی جائسی۔ حضرت مولانا سید امام اشرف اشرفی جیلانی جائسی۔ حضرت مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا سید محمد محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حتیٰ کہ فرنگی محل کی تاسیس سے صدیوں پیشتر حضرت مولانا سید امین اشرف جائسی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق شاہانِ شرقی کا یہ فرمان اب بھی ریکارڈ میں ہے "کہ کسی ایسے فتوی کو صادر نہ کیا جائے جس پر حضرت مولانا سید امین اشرف جائسی کی مہر و دستخط نہ ہو۔"

گذشتہ صدی میں خلف اکبر کی اولاد سے شبیہ غوث اعظم اعلیٰ حضرت شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمۃ کے مخدومی مشن کو عالمگیر وسعت دی۔ اشرفی پرچم ہر سو لہرادیئے۔ ان کے فرزند جمیل حضرت مولانا سید احمد اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فضل و کمال اور ان کے نواسے حضرت مولانا سید محمد اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی کے زورِ خطابت نے اور فروغ دیا۔

رجال الغیب اور اولیائے اللہ یہاں آئیں گے۔ عامۂ خلائق کا بھی ہجوم ہوگا اور میرے فیض کے سب ہی بافیض و بامراد ہوں گے۔ اسی مقدس سرزمین کو اب کچھوچھہ شریف کہتے ہیں اور وہ تالاب نیر شریف کے نام سے مشہور ہے اور اسی کے بیچ میں آپ کا مرقد مبارک زیارت گاہ خلق ہے۔ حضرت نے بعد میں اپنے مزاج کے مطابق اس تالاب کی کھدائی کرائی تھی اور اس میں آب زمزم بہت مقدار میں ڈالا گیا تھا جس کی تفصیل ان اوراق میں کہیں آئے گی۔ اس جگہ سے حضرت کو کتنا ربط قلبی اور تعلق خاطر تھا اس کا اندازہ حضرت کے ایک شعر سے ہوتا ہے جو کسی غزل کا مقطع ہے۔

اشرف از دل بر دن کن میل سمنان ॥ کہ روح آباد سمنان ست مارا

ایک نظر حضرت قدوۃ الکبریٰ غوث العالم سلطان اوحد الدین محبوب یزدانی مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ العزیز ۷۳۳ھ میں تخت و تاج سے دستبردار ہوکر جستجوئے شیخ میں وطن عزیز کو خیرباد کہا دو سال صعوبات راہ اور ساڑھے چھ سال خدمت شیخ میں گزارے اور پھر مرشد کامل کے تعمیل حکم (رشد و ہدایت) کیلئے وہاں سے رخصت ہوکر جونپور تک آئے اور یہیں سے حج بیت اللہ اور عتبات عالیہ کی زیارت کیلئے ممالک اسلامیہ چلے گئے۔ اسی سفر میں حضرت نظام غریب یمنی حلقہ بگوش ارادت ہوکر تاحیات حق خدمت ادا کرتے رہے جو ۷۵۱ھ کا واقعہ ہے۔ یہیں سے آپ پنڈوہ شریف دوبارہ اپنے پیر حضرت سلطان المرشدین کی خدمت میں پہنچے ہیں اس سفر میں اندازاً آپ کو تین سال لگے ہوں گے اس لیے کہ پہلا سفر جو جوش حق اور تلاش پیر کے سلسلہ میں تھا یقیناً آپ نے بلا تاخیر اور غیر معمولی قیام کے بغیر کیا ہوگا جیسا کہ راستے کے حالات سے پتہ چلتا ہے۔

بخارا میں ایک مجذوب کا آتش شوق تیز کرنا (جیسا کہ لکھا ہے) اوچھ میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا کہ بھائی عبدالحق منتظر ہیں بلا توقف جاؤ۔

۱؎ لطائف اشرفی (مؤلف)

دہلی میں وہاں کے صاحب ولایت کا ملنا اور جلد پہونچنے کی تاکید کرنا واقعات کی ان کڑیوں کو ملانے سے عجلت سفر کا مفصل اندازہ ہوتا ہے اور پھر بھی دو سال راہ بعد مسافت کی وجہ سے، لگے۔

دوبارہ سفر پنڈوہ شریف جو یمن سے ہوا ظاہر ہے کہ رفقائے سفر اور خدام بارگاہ کے آرام و آسائش کا لحاظ رکھتے ہوئے کار تبلیغ و ہدایت انجام دیتے ہوئے آثار و آیات الٰہی کا مشاہدہ فرماتے ہوئے قطع منازل کیا ہوگا اس طرح سے کم از کم تین سال کا وقت صرف ہوا ہوگا۔ تین سال چند ماہ خدمت شیخ میں رہے اور پھر براہ بنارس آپ کا ورود مسعود جوار روح آباد میں کم از کم پنڈوہ سے روح آباد شریف (کچھوچھہ) تک ایک سال کا وقت اور صرف ہوا ہوگا۔ اسلئے کہ اس سفر میں زیادہ قیام کے نشان ملتے ہیں۔ اس حساب سے یہ کل سات سال چند ماہ ہوتے ہیں (یمن سے کچھوچھہ شریف تک) کچھ کم و بیش تین سال میں خانقاہ شریف کی تعمیر ہوئی اس قیاس کی بنیاد پر میں نے تعمیر خانقاہ کا ۷۶۱ھ لکھا ہے حضرت خانقاہ شریف میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ایک دوست کی مہک دماغ میں آتی ہے۔

مولانا شمس الدین ایک مرتبہ آپ کچھوچھہ شریف سے اودھ (اجودھیا) لے گئے اور حسب شد آمد قدیم مسجد جامع میں قیام فرمایا۔ شہر کے لوگ شہرہ جہانگیری سے فردوس گوش ہو چکے تھے۔ آنے والوں میں ایک عالم معقول و منقول مولانا شمس الدین صاحب بھی تھے۔ یہ مولانا شمس الدین معرفت الٰہی کے لئے دل بیتاب رکھتے تھے اور کسی مرشد کامل کی جستجو تھی مولانا جیسے ہی باریاب ہوئے حضرت نے فرمایا کہ فرزند شمس الدین میں تمہارے ہی لئے اجودھیا آیا ہوں۔ حضرت کے اس سادے سے جملے میں اللہ جانے کیا جذب تھا کہ مولانا شمس الدین بیتاب ہو کر قدم مبارک پر گر پڑے اور عزت پابوسی حاصل کرنے لگے اور اسی وقت نگاہ ولایت کی توجہ نے ان پر واردات صوفیہ کا نزول شروع کر دیا۔ مولانا اس کو ضبط نہ کر سکے اور تڑپنے لگے حضرت کے حکم سے خدام بارگاہ انھیں کھینچ کر حجرے میں لائے اور دروازہ بند کر دیا۔ جب منزل خلوت تمام ہوئی تو خرقہ عنایت فرمایا اور خلافت سے نوازا اور پھر تو ان کا نور ولایت

ایسا درخشاں ہوا کہ حضرت فرماتے تھے کہ:۔

"اشرف شمس و شمس اشرف"

ایک اور نیاز مند ایک دن حضرت انھیں کے خلوت میں رونق افروز تھے کہ ایک اور عالم شیخ خیر الدین انصاری سدھوروی زیارت کیلئے تشریف لائے مولانا موصوف کو اصول فقہ کے چند مسائل میں اشتباہ تھا انھوں نے قرب و جوار کے علماء سے تبادلۂ خیال کیا مگر انھیں تشفی نہ ہوئی۔ حضرت سے آکر جب ملے تو بعد مزاج پرسی حضرت نے ان مسائل پر تقریر شروع کی حالانکہ مولانا نے حضرت سے ابھی ان کا ذکر بھی نہ کیا تھا۔

چنانچہ حضرت نے ایسی دلپذیر تقریر فرمائی اور ایسی خوش بیانی سے مسائل کی دشواری کو حل کر دیا کہ مولانا خیر الدین انصاری کی ایک طرف تو تشفی ہوگئی اور دوسری طرف نیاز مندی سے اُن کا قلب بھرپور ہوگیا اور اسی محفل میں مرید بھی ہوگئے۔

قاضی محمدؒ غالباً حضرت یہیں سے مولانا کے افتخار کیلئے سدھور بھی تشریف لیگئے مولانا مع اکابرین شہر کے جن میں وہاں کے ایک زبردست عالم قاضی محمد بھی تھے۔ حضور کے استقبال کے لئے سدھور سے باہر ملے۔ حضرت نے قاضی صاحب سے دریافت فرمایا کہ کس خانوادے سے تعلق ہے انھوں نے جواب دیا کہ مخدوم سے ہے حضرت نے فرمایا کہ خدائے برتر جب کسی پر لطف خاص فرمانا چاہتا ہے تو اُسے کسی صاحب نعمت کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ قاضی صاحب اور مولانا خیر الدین کمال عقیدت سے فینس کا ایک ایک بازو اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے اور اسی نیاز مندی سے گھر تک لائے۔ دوسرے دن قاضی صاحب بھی داخل سلسلہ ہوگئے اور رمز آشنائے وحدت ہوکر بہت بڑے صاحب مقام ہوئے۔

سدھور میں سلسلے کی بیحد اشاعت ہوئی اور بہت لوگوں نے غلام جہانگیری کا فخر حاصل کیا۔ حضرت جب وہاں سے رخصت ہوئے تو مریدین کو مولانا خیر الدین انصاری کے تربیت میں دیکر آپ سانتن پورہ ہوتے ہوئے قصبہ جائس تشریف لائے۔

ساتن پورہ ساتن پورہ کا ایک واقعہ لوگ نسلاً بعد نسلٍ بیان کرتے آ رہے ہیں کہ حضرت جب اس موضع کے قریب پہونچے تو راستے میں ایک جھیل کو حائل دیکھا۔ قریب ہی کچھ بچے اپنے جانور چرا رہے تھے خدام بارگاہ نے ان سے پوچھا کہ جھیل میں کتنا پانی ہے۔ بچوں نے از راہ شرارت کہدیا کہ یولی پولی یعنی پایاب ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ پانی اگر پایاب ہے تو اُتر چلو۔ چنانچہ حضرت مع اصحاب وخدام کے پانی میں اُتر گئے۔ جھیل کافی چوڑی اور کہیں کہیں بہت گہری تھی لیکن زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ (کہ پایاب ہے اتر چلو) کا اثر کہ جھیل شروع سے آخر تک پایاب ہی ہی

چرواہوں نے حضرت کی یہ کرامت دیکھی تو بھاگتے ہوئے گھر گئے اور یہ خبر پہنچائی۔ آناً فاناً یہ خبر بستی میں پھیل گئی۔ راجہ ساتن جن کے نام کی یہ بستی تھی انھوں نے بھی یہ کرامت سُنی تو یہ خیال ہوا کہ کانوں نے جن کی خبر سُنی ہے اُنھیں آنکھوں سے بھی تو دیکھوں۔ چنانچہ فوراً ہی کچھ سپاہی ساتھ لئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے پہلی ہی نظر میں رعب ولایت اور جلال کرامت نے ان کے دل کی دنیا بدل دی۔ اور با خلاص حلقہ بگوش اسلام ہو کر غلاموں کی فہرست میں اپنا نام لکھا دیا۔ اپنے اور اپنی اولاد کیلئے دعا کی استدعا کی۔

حضرت نے ان کی اولاد میں برکت اور آنے والی نسل کے خوشحالی کی دُعا فرمائی۔ چنانچہ اس وقت سے لیکر آج تک ان کا خاندان (جو اب الحمدللہ بہت وسیع ہے) دودمان اشرفیہ کے حلقۂ ارادت میں چلے آ رہے ہیں اور اپنے اخلاص دنیاز مندی میں مشہور رہیں۔

جائس یہاں سے تقریباً بیس میل طے کرکے حضرت قبلہ جائس پہنچے اور سواد قصبے کے جنوب مشرق میں ایک بزرگ حضرت معروف شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے اسی کے قریب اقامت گزیں ہوئے شب میں حسب معمول آپ کے اصحاب ذکر جہر کر رہے تھے اور جلال اسم ذات کی گونج سے آس پاس کی آبادی متاثر ہو گئی۔ قریب ہی ایک مولانا علام الدین رہتے تھے انہوں نے جو یہ آواز سُنی تو فرمایا کہ یہ

غوغائی کہاں سے آئے ہیں۔ مولانا کا دستور تھا کہ ہر صبح معروف شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کیلئے آتے تھے۔ حسب عادت اس دن بھی تشریف لائے۔ یہاں آکر دیکھا کہ حضرت مع اصحاب و خدام و ہمراہیاں کے ساتھ قیام فرما ہیں اور خود حضور بھی برائے فاتحہ مزار کے قریب ہی تھے۔ مولانا نے کسی سے پوچھا کہ کون بزرگ ہیں حضرت نے فرمایا کہ ہم سب غوغائی ہیں۔ مولانا کو اپنا رات کا جملہ یاد آگیا بے حد خفیف ہوئے اور بہت بہت معذرت چاہی حضرت نے فرمایا یہ تو کوئی بات نہ تھی ہم نے تو اس سے بھی زیادہ ملامتیں برداشت کی ہیں۔ مولانا نے کچھ ایسے عجز سے حضرت کی دلجوئی کی کہ آپ کا دل خوش ہوگیا۔

مولانا کا اعتقاد جب زیادہ بڑھا تو پہلے خود اور بعد میں اپنے بیٹے کو بھی بیعت کرا دیا۔ حضرت نے جائس میں ایک اربعین قیام فرمایا۔ دوران قیام میں ایک دن مولانا نے عرض کی کہ حضور آج سے تین سال پیشتر شیخ سلیمان ردولوی نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جائس والوں کی تعلیم و ہدایت ایک سید کے سپرد ہے جو بطور سیاحت یہاں تشریف لائیں گے۔

جائس میں سلسلہ کی اشاعت

مولانا خلافت سے بھی نوازے گئے اور پیشتر اکابرین جائس اور عام مسلمانان قصبہ حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے جن کی تعلیم و تربیت مولانا کے سپرد ہوئی۔ مولانا نے بہت کم عمر پائی اور تھوڑے ہی دن میں انتقال ہوگیا۔ بوقت انتقال حضرت کے ایک اور خلیفہ شیخ کمال کو نیابتہً تعلیمات صوفیہ پر مامور کیا۔ یہ بڑے غصّے اور جلال کے تھے ان کا واقعہ لطائف میں ہے کہ ایک دعوت کے سلسلے میں کچھ لوگوں سے فراہمی سامان کا وعدہ لیا تھا وہ لوگ بروقت انتظام نہ کرسکے تو انھوں نے بددعا دی کہ جن لوگوں نے مجھے دھوکا دیا وہ جل جائیں۔ چنانچہ قصبہ میں آگ لگ گئی اور بہت بڑا جانی و مالی نقصان ہوا۔ جلنے والوں میں زیادہ تعداد اشرفیہ والوں کی تھی۔ بعد میں جب ان کا غصہ فرد ہوا تو بڑے غمگین ہوئے کہ حضرت کو اطلاع ہوگی تو میں کیا جواب دوں گا اور یہ سوچ کر

کچھوچھہ شریف معافی کے غرض سے حاضر ہوئے اور ان کی پیشی ہوئی تو حضور نے فرمایا کہ میرے فرزندوں کو جلا کر مجھ سے معافی مانگنے آیا ہے شیخ کمال حضور کے قدموں پر گر پڑے اور رونے لگے مگر حضرت نے انھیں سعادت پابوسی سے محروم کر دیا وہ اُٹھے اور عقب خانقاہ میں کئی روز تک پڑے رہے بالآخر حضرت نور العین کی سفارش سے ان کی معافی ہوئی۔

جائس والوں سے حضرت کا اُنس حضرت قدوۃ الکبریٰ کو اس قصبہ سے ایک ربط خاص ہو گیا تھا کہ اس کی دو وجہیں تھیں اوّل تو یہ کہ اس وقت اودھ میں جائس اور اودھی (اجودھیا) سے زیادہ مردم خیز اور قدیم روایتوں کے حامل دوسری بستی یا شہر نہ تھے پھر ہر دو جگہ کے منبع علمأ لوائے اشرفی کے سایے میں تھے اور دونوں قصبوں کی مسلم اکثریت جو بیشتر سادات و شیوخ پر مشتمل تھی رب حضرت کے حلقہ بگوش تھے اجودھیا چونکہ روح آباد سے قریب تھا اسلئے وہاں کے لوگ بکثرت آمدورفت رکھ سکتے تھے لیکن قصبہ جائس چونکہ دور تھا حضرت نے وہاں اپنے ایک پوتے حضرت شاہ حاجی سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تعلیم و ہدایت کیلئے بھیجدیا تھا۔ چنانچہ ان کی نسل[1] پاک سے چند گھر خاندان اشرفیہ کے اس قصبے میں ہیں۔

آپکے پوتے شاہ حاجی احمد قدس سرہٗ حضرت حاجی سید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جائس پہنچ کر اسی مقام پر جہاں حضرت اقامت گزیں ہوئے تھے اور مولانا علاء الدین سے ملاقات ہوئی تھی نیز حضرت قدوۃ الکبریٰ نے ایک اربعین قیام فرمایا تھا خانقاہ بنوائی اور حضرت کے چلّہ خانے پر ایک علیحدہ گنبد تعمیر فرما دیا اور خود مصروف ہدایت ہو گئے۔ سخت مجاہدات اور کٹھن ریاضتیں آپ نے کی ہیں۔ بیت اللہ کی حاضری سے آپ کو عشق تھا چنانچہ آپنے اٹھارہ حج پیادہ پا فرمائے اور حرمین شریفین سے بہت تبرکات لائے تھے جس میں ایک اینٹ بھی تھی اس کو آپنے حضرت ابو العباس خواجہ خضر علیہ السلام سے پائی تھی اور اس پر لفظ **اللہ** لکھا ہوا ہے۔ یہ اینٹ حضرت کے چلّے خانے میں نصب ہے تاکہ ہر شخص اس کی زیارت سے فیض اندوز ہو۔ قصبہ جائس سے رواز

[1] فقیر اس نسل کا ایک فرد اور وہاں کے سجادے کا خدمت گذار ہے ۱۲

ہوکر آپ نے روح آباد کا عزم فرمایا۔ راستے میں اسولی نام کی ایک بستی میں قیام فرمایا جو پہلے ایک خوشحال مسلم آبادی تھی۔ حضرت قدوۃ الکبرا وہاں شب باش ہوئے شرفائے قصبہ آکر بیعت ہوئے آپ کی قیام گاہ آج بھی لب دریائے گومتی مرکز انوار ہے اور سالانہ عرس بھی ہوتا ہے۔

سیف خاں

حضرت کی وہاں سے بھی تشریف بری ہوئی اور روح آباد آ گئے جہاں آپ کی خدمت میں اودھ کے ایک بڑے منصب دار اور رئیس سیف خاں حاضر ہوئے۔ یوں تو سیف خاں صوفیائے کرام کے بڑے نیاز مند تھے لیکن جب بارگاہ جہانگیری میں پہنچے تو حضرت قدوۃ الکبرا کی پہلی ہی نظر نے ان کے قلب و دماغ کو مسخر کر لیا اور بیحد اعتقاد لے کر اُٹھے۔

حضرت کی خدمت میں ان کی آمد و رفت بہت بڑھ گئی۔ اُنھوں نے بیعت ہونے کی خواہش ظاہر کی، حضرت نے توجہ نہ فرمائی اس لئے کہ آپ کی عادت کریمانہ امراء و رؤسا سے بے نیازی تھی۔ اور آپ کی یہی بے نیازی سیف خاں کے مرید ہونے میں حارج ہو گئی۔ چنانچہ حضرت اُنھیں آنے والے وقت کا منتظر بناتے رہتے اور ان کا اشتیاق اصرار سراپا بنتا گیا۔

سیف خاں کا شوق ارادت اتنا گہرا رنگ اختیار کر گیا کہ حضور کی غلامی حاصل کرنے کے لیے منصب و ریاست کی بازی لگا دی۔ جب حضرت کے گوش اقدس میں یہ بات پہونچی کہ امارت و ریاست چھوڑ دینے پر عزم صمیم کر چکے ہیں تو اُنھیں باریاب کیا اور فرمایا کہ سیف خاں بعض طالبوں کو خداوند قدوس اس طرح قرب خاص سے نوازتا ہے کہ ہنگامۂ دنیا اور مشغولیت خلائق بھی ان کی توجہ باطنی میں رکاوٹ نہیں ہوتی اور پھر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ۔

حضرت کے ان کلمات سے ان کی تسکین خاطر ہو گئی اور زیادہ نیاز مندی کے ساتھ بارگاہ جہانگیری کی حاضری دینے لگے۔

امتحانِ ارادت ایک دن حضرت نے انھیں اپنے خیمے میں بلایا انھوں نے خیمے میں پہنچکر دیکھا کہ ایک پیکرِ جمیل نازنین حضرت کے پہلو میں بیٹھی ہے اور سامنے ہی جام و مینا بھی رکھے ہیں، مینا میں سُرخ سیّال بھی لہریں لے رہا تھا۔ سیف خاں جب اچھی طرح یہ سب دیکھ چکے تو حضرت نے بغیر کسی گفتگو کے انھیں باہر جانے کا حکم دے دیا لیکن اُن کے اعتقاد بھرے دل میں اس واقعہ سے بال نہ آیا اور اسی نیازمندی سے آتے رہے کئی روز گزر جانے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ سیف خاں تم مجھے گناہ کبیرہ کا ارادہ کرتے دیکھ چکے ہو پھر بھی اپنا وقت ضائع کرنے آتے ہو۔ سیف خاں نے بکمال ارادت مندی عرض کیا کہ حضرت غلام کو جناب عالی کے کام میں کیا دخل ہے اور پھر خوب جانتا ہوں کہ وہ عورت نہ تھی جنّیہ رہی ہو گی اور صراحی میں رنگین شربت تھا۔ سیف خاں نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور جرأت مُعاف اگر منظر وہی تھا جیسا کہ میں نے دیکھا تو بھی ولایت کیلئے عصمت شرط نہیں ہے۔ حضرت اس واقعہ سے میرا عقیدت مند دل جذبۂ نیازمندی سے اور بھی سرشار ہو گیا۔

اس امتحان کے بعد سیف خاں کو حضرت اقدس نے مرید کر لیا اور معارفِ سلوک کی تعلیم فرمائی۔ خاں صاحب کا وقت اب زیادہ یادِ حق میں بسر ہوتا انھوں نے حضرت کیلئے اجودھیا (جہاں اُن کا محل سرا تھا) ایک خانقاہ بنوائی تھی جس میں حضرت گاہ گاہ جاتے اور قیام فرماتے۔ اس خانقاہ کو مستقل طور پر حضرت کے محبوب خلیفہ شیخ شمس الدین آباد رکھتے تھے۔

حضرت نے اصول طریقت اور بعض مسائل شرعی کے بیان میں ایک رسالہ بشارت الاخوان تحریر فرمایا ہے مقدمہ کتاب میں سیف خاں کا ذکر ہے۔

جاگیر ایک مرتبہ خانصاحب نے ایک لاکھ روپیہ آمدنی کی جاگیر کا دستاویز

لہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ تعمیر خانقاہ سے پہلے کا ہے (مؤلف)

لکھ کر حضرت قدوۃ الکبرٰی کی سرکار میں پیش کیا، اور فرمایا کہ حضور مصارف خانقاہ کیلئے نذر کر رہا ہوں۔

حضرت نے فرمایا کہ عزیزم جس نے سلطنت ٹھکرا دی ہو وہ چند مواضعات لیکر کیا خوش ہوگا جاؤ اگر نور العین پسند کریں تو ان کے نام لکھدو۔ سیف خاں صاحب حضرت نور العین کی خدمت میں پہونچے اور دستاویز سامنے رکھدیا۔ آپنے فرمایا کہ سیف خاں میرے پاس آنے سے پہلے حضرت قدوۃ الکبرٰی کی خدمت میں آپ کو جانا چاہیئے تھا، اور یہ نذران کی خدمت میں گذارنی تھی۔ انھوں نے کہا کہ میں اسی سرکار سے آرہا ہوں حضرت نور العین نے فرمایا کہ پھر حضرت کا کیا ارشاد ہوا انھوں نے پوری بات دُہرا دی۔

حضرت نور العین کی بے نیازی

حضرت نور العین نے فرمایا کہ پھر جس چیز کو حضور قدوۃ الکبرٰی نے ناپسند کیا میں کیسے پسند کر سکتا ہوں جاؤ اس دستاویز کو ضائع کردو خانقاہ کے اخراجات یونہی متوکلانہ رہیں گے۔

دُعا

جب حضرت کو اس کی خبر ہوئی تو بے حد خوش ہوئے اور دُعا دی کہ اگر فرزند نور العین کی اولاد بھی قناعت کا دامن پکڑے رہی تو قیامت تک محتاج نہ ہوں گے۔ اور خدا انھیں باوقار و باعزت رکھے گا۔

ایک مرتبہ حضرت روح آباد سے کنتور بھی تشریف لے گئے شیخ محمود کے مکان پر قیام فرمایا شیخ صاحب حضرت کے مرید اور خلیفہ بھی تھے۔ مضافات کے ایک رئیس آوازۂ جہانگیری سن کر حاضر ہوئے اور باصرار تمام حضرت کو اپنے مکان لیگئے انھوں نے ایک جدید مکان تعمیر کرایا تھا۔ رئیس نے حضرت کے ساتھ ساتھ قرب و جوار کے تمام شرفار و اکابرین کی دعوت کی تھی کھانے کے بعد محفل سماع بھی منعقد ہوئی۔ سماع میں آپ پر کیفیت طاری ہوگئی اور اس قدر روئے کہ آواز گریہ لوگوں نے دور تک سنی۔

میزبان کے گھر عورتیں بھی مہمان تھیں اس گریہ و بکا کو انھوں نے بدشگونی سمجھا اور کہنے لگیں کہ پہلی مرتبہ اس عمارت میں دعوت ہوئی اور اس میں آنسو بہائے گئے اللہ خیر کرے اچھا نہیں ہوا۔

حضرت کی کیفیت جب سکون سے بدلی اور محفل ختم ہوئی تو میرباں کو بلا کر فرمایا کہ جاکر اپنی عورتوں سے کہدو کہ مطمئن رہیں اور کسی قسم کا شبہہ نہ کریں میں نے اپنے آنسوؤں سے تمہارے اولاد کی جڑ مضبوط کر دی ہے۔

تحفظ قرابت

حضرت دوبارہ پھر کنتور تشریف لائے اور شیخ محمود کے یہاں قیام فرمایا۔ سادات کنتور کی سیادت و نجابت کی تصدیق فرمائی اور انھیں نصیحت کی کہ اپنی قرابت کو عام کرنے سے بچائیں۔ چندے قیام کرکے آپ پھر روح آباد تشریف لائے۔ کچھوچھہ شریف (روح آباد) میں مسجد جامع نہ تھی لہٰذا نماز جمعہ کیلئے حضرت قصبہ سنجولی تشریف لیجاتے جو خانقاہ سے چودہ میل کے فاصلہ پر آج بھی ایک ویران گاؤں کی شکل میں ہے۔ حضرت کا معمول تھا کہ پنجشنبہ کو روح آباد سے نکلتے اور وہاں سے بعد جمعہ واپس تشریف لاتے۔

مسئلہ جبر و قدر

ایک مرتبہ آپ جمعہ کیلئے سنجولی میں تھے بعد جمعہ وہاں کے ایک مُلّا نے آپ سے مسئلہ جبر و قدر پر گفتگو کی اور کہا کہ انسان اپنے فعل کا مختار ہے یا نہیں۔ اگر مختار مانا جائے تو یہ عقیدہ فرقہ قدریہ کا ہے اور اگر وہ اپنے فعل کا مختار نہیں ہے تو یہ مذہب فرقہ جبریہ کا ہے۔ اور یہ دونوں نظر اہلسنت و جماعت کے نزدیک مردود ہیں تو مُلّا نے کہا کہ اب دونوں کے درمیان وہ کونسی راہ ہے جس پر ہم اپنے عقیدے کی بنیاد رکھیں۔

بے ادبی کی سزا

حضرت نے فرمایا کہ مسئلہ بہت نازک ہے اور ائمہ متکلمین نے اس میں بڑی بڑی موشگافیاں کی ہیں۔ چنانچہ امام فخر الاسلام نے کتاب بزودی میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ باعتبار ظاہر (صور) مختار ہے اور باعتبار حقیقت (معنی) مجبور ہے۔ مُلّا کے غرور علم نے اس جواب کو تسلیم نہ کیا حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت نے اس مختصر جملے میں دریا کو کوزہ میں بھر دیا تھا۔

بحث طول ہوگئی۔ مُلّا جی حضرت کی گفتگو سننے اور سمجھنے کے بجائے اپنا زور علم دکھانے اور اپنی علمی برتری کی ہانک لگانے لگے اور اثنائے گفتگو میں ایک بے ادبانہ کلمہ بھی کہہ بڑے

کچھوچھہ شریف میں ان جلیل القدر نابغۂ روزگار علمی و روحانی ہستیوں کے فرزندوں اور جانشینوں نے "محبوب یزدانی" کے آفاقی پیغام کو عام کرنے کا سلسلہ بحسن و خوبی جاری رکھا اور الحمد للہ اب بھی جاری ہے، مگر خانوادۂ اشرفیہ جائس تقریباً نصف صدی سے عزلت و گمنامی میں رہا تا آنکہ سجادۂ اشرفیہ رزاقیہ احمدیہ پر وہ ذات جلوہ گر ہوئی، جس نے خانوادۂ اشرفیہ کی شان کو نئی زندگی عطا کی، اس شاخ کے چراغ کی ٹمٹماتی لَو کو تیز کیا۔ خاندانی وقار کو جلا بخشا۔ خانقاہی نظام کو برپا کیا۔ محبوب یزدانی کے روحانی آفاقی پیغام کی جائس نشرگاہ کے تاروں کو درست کیا۔ المختصر اس صدی میں جس نے جائس میں احیاء کا کارنامہ نہایت اولوالعزمی سے انجام دیا۔ وسائل کی کمی، مصائب کے ہجوم اور اعداء کی پیہم یورش کے باوجود جس کی نگاہ بلند رہی، سخن دلنواز رہا۔ جاں پُرسوز رہی۔ جو تاریکی میں ایک مینار نور رہا۔ جسے محبوب یزدانی نے خاندانِ اشرفیہ کا ایسا چراغ بنایا جو چراغ سے چراغ روشن کرتا رہا اور اس ذات گرامی کا نام نامی ہے سید نعیم اشرف اشرفی جیلانی۔ جو محبوب یزدانی، کتاب کے مؤلف بھی ہیں اور مخدومی اشرفی جہانگیری مشن کے داعی اور مبلغ بھی۔

حضرت المؤلف یہ شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج سید شاہ نعیم اشرف اشرفی الجیلانی سجادہ نشین آستانہ اشرفیہ جائس ۱۹/ اپریل ۱۹۲۵ء کو اپنے نانا حضرت علامہ سید شاہ نقی اشرف اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین جائس کے گھر پیدا ہوئے۔ علمی۔ عرفانی روحانی ماحول میں آنکھ کھولی اور پروان چڑھے۔ فراغت اور آسودگی کی فضا میں پرورش ہوئی۔ حضرت کے نانا بلند پایہ عالم، نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔ آپ کے دو بھائی اور تھے۔ حضرت شاہ حکیم سید یحیٰ اشرف اور حضرت سید شاہ حبیب اللہ اشرف اشرفی جیلانی۔ آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ ایک ڈلمئو رائے بریلی میں شاہ کمال اشرف کو منسوب ہوئیں۔ دوسری حضرت مؤلف کی والدہ مخدومہ۔ جو نہایت تقویٰ شعار عابدہ زاہدہ تھیں۔ آپ کی شادی حضرت سید شاہ عبد القیوم اشرف اشرفی جیلانی سے ہوئی جو صاحب علم و فضل، انتہائی

حضرت خاموش ہو گئے مُلّا بھی چُپ ہو جاتے تو خیر تھی مگر انھوں نے پھر بولنا چاہا جس سے حضرت کو جلال آگیا اور فرمایا کہ "مُلّا ابھی تک تیری زبان چلتی ہے،، ابھی حضرت نے پورا جملہ بھی ادا نہیں فرمایا تھا کہ ان کی زبان باہر نکل پڑی۔ پوری کی پوری محفل جلال جہانگیری کو دیکھکر لرز گئی اور رُعب نے ان کی زبانیں بند کر دیں اور مُلّاجی شدّت تکلیف سے تڑپنے لگے۔ یہ خبر جب اُن کے گھر پہونچی تو ان کی بوڑھی ماں گرتی پڑتی مسجد میں پہونچیں اور حضرت کے قدم مبارک پر لوٹنے لگیں اور اس قدر روئیں کہ تمام لوگ اسکے حال پر تاسف کرنے لگے مگر کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ حضرت سے سفارش کرتا اسلئے کہ جلال کی یہ شدّت آپ کے اصحاب نے کبھی بھی نہ دیکھی۔

بڑھیا روتی تھی اور کہتی تھی کہ سرکار یہی ایک اولاد میرے بڑھاپے کا سہارا اور میری امید دل کا مرکز ہے۔ حضور معاف فرمادیں اور دعا دیں کہ اس کی زبان درست ہو جائے اور شدت بے اختیاری میں اسنے کہا کہ "یا میرے[1] پوت بھیک دے،،۔ اس کے اس جملے نے ترحم سیادت کو اپیل کی اور آپ کو اس کے حال پر رحم آگیا۔ اور فرمایا کہ خداوندا اس کی زبان درست ہو جائے مگر لکنت باقی رہے......

چنانچہ مُلّاجی کی زبان درست ہو گئی مگر زندگی بھر کیلئے ہکلے ہو گئے اور دنیا نے اس امر کو دیکھ لیا کہ خاصان حق کی بارگاہ میں گستاخی کرنے کا انجام یہ ہوتا ہے۔

سید جمال الدین

ایک مرتبہ اور آپ نماز کیلئے اسی قصبہ تشریف لے گئے واپسی میں ایک گاؤں سکندر پور ملا۔ جب آبادی کے قریب پہونچے تو فرمایا کہ اس گاؤں سے خوشبوئے سیادت آتی ہے۔

اس گاؤں کے زمیندار سید جمال الدین تھے کسی ضرورت سے وہ بھی ادھر آ نکلے حضرت کو دیکھ کر دست بوس ہوئے اور اس کے بعد وہ اکثر **خانقاہ اشرفیہ** میں آتے رہتے اس آمد و رفت میں ان کے دل میں بڑا اعتقاد پیدا ہو گیا۔

سید جمال الدین کے گھر میں دو تین پشت سے ہر نسل میں ایک ہی لڑکا پیدا ہوتا تھا انہیں خیال ہوا کہ حضرت سے عرض کریں پروردگار اس رسم کو ختم فرما دے اور ہمیں بھی چند اولاد سے نوازے۔ ایکدن وہ خانقاہ میں حاضر تھے حضرت پر کیفیت طاری

[1] اس جملے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت فارسی۔۔ ہندی کے امتزاج سے ایک نئی زبان جنم پا چکی تھی ۱۲

ہوئی انہوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر دست بستہ عرض کیا اور طالب دعا ہوئے۔ حضرت نے فرمایا کہ میر مبارک ہو اولاد بھی بہت ہوگی اور دولت بھی فراواں ملے گی۔ محبوب یزدانی کی دعا حق باب اجابت پر پہونچی اور پھر ایسا ہی ہوا۔

بیمار بچہ ابھی یہ گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ ایک عورت اپنے بیمار بچہ کو لائی اور حضرت کے قدموں پر ڈال دیا۔ حضرت نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ بچہ حالت نزع میں ہے اور چند لمحوں کا مہمان ہے میں مجبور ہوں اس کیلئے کیا دعا کروں۔ عورت پہلے ہی سے رو رہی تھی۔ حضرت سے یہ مایوسانہ کلمات سُن کر اور بے قرار ہوگئی۔ حضرت اُس کو تلقین صبر فرمانے لگے اُس کا جی اور اُمڈا۔

کہنے لگی کہ سرکار اس بچہ کے شفا کی توقع لے کر آئی ہوں اگر مر جائے گا تو اسی آستانے پر جان دیدوں گی میں یا تو اپنے بچے کو یہاں سے تندرست لیجاؤں گی یا خود کشی کرلوں گی میرے دل کے قرار کی کوئی اور شکل نہیں ہے۔

مسیحا نفسی حضرت مامتا کے اس بے اندازہ جذبے سے بے حد متاثر ہوئے۔ کیفیت جذبی تو اس وقت آپ پر طاری ہی تھی فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر عنایت فرمائی ہے دس سال اس بچے کو دیتا ہوں۔ دیکھ لینا کہ آج سے یہ پورے دس سال جیئے گا۔ اور پھر اس بچے کو کچھ پڑھ کر دم کر دیا جس سے فی الفور صحت کے آثار نمایاں ہونے لگے اور وہ عورت خوش خوش رخصت ہوئی۔

حضرت فرماتے تھے کہ بعض اولیاؤں نے شہرت کو پسند نہیں فرمایا اسلئے کہ شہرت ایک آفت ہے اور گمنامی سکون و راحت ہے اور ایسے لوگ اپنے حال کو دوسروں سے چھپاتے ہیں اور ایسا چھپاتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام بھی اُن کے حال سے واقف نہیں ہوتے۔

درجات اولیاء بر سبیل ذکر آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ابو العباس حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے کوئی ولی اپنے سے زیادہ ذی مرتبہ دیکھا ہے انھوں نے کہا کہ ہاں! ایک مرتبہ میں مسجد نبوی علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں تھا اور شیخ

عبدالرزاق احادیث بیان فرما رہے تھے میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان گوشے میں سرگریباں بیٹھے ہیں میں نے اُن سے جاکر کہا کہ میاں مسلمان حدیث رسول سُن رہے ہیں اور تم یہاں الگ بیٹھے ہو وہیں چلکر کیوں نہیں بیٹھتے؟ انھوں نے سر اُٹھایا مجھے غور سے دیکھا اور فرمایا وہ لوگ عبدالرزّاق سے حدیث سُن رہے ہیں اور میں گوشے میں خود رزّاق سے سُن رہا ہوں مالک سے سُننے والا بندے سے کیا سُنے میں نے ایک اور سوال کیا حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا آپ مجھے جانتے ہیں؟

انہوں نے کہا کہ اگر میرا خیال صحیح ہے تو آپ خضر ہیں اس وقت میں نے جانا کہ خدا کی زمین پر اُسکے ایسے بندے بھی ہیں جنکی علو مرتبت سے میں بھی آگاہ نہیں۔

شفائے مبروص حضرت کا ایک مرید جوہر خراسانی تھا جو حضور کے ساتھ سفر و حضر میں رہتا تھا اُسے فساد خون کی شکایت ہوگئی اور سارا جسم خراب ہوگیا اُس نے خیال کیا کہ خانقاہ میں میری موجودگی اہل خانقاہ کی تکلیف کا سبب ہوگی اور کہیں میرے قرب کا خراب اثر برادرانِ طریقت کے صحت پر بھی نہ پڑے یہ سوچ کر اُس نے ارادہ کرلیا کہ میں کہیں باہر چلا جاؤں اور اُسنے سامانِ سفر درست کرلیا لیکن خانقاہ کی جُدائی اور حضرت کے فیض صحبت سے محرومی کا اسے بڑا قلق ہوا اور رُونے لگا۔ لوگوں نے حضرت سے جاکر اُس کے اضطراب اور بے چینی کا ذکر کیا آپنے مریض کو بلایا اور اُسے تسلّی و تشفّی دی پھر ایک پیالہ پانی منگا کر اس میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا اور فرمایا کہ اس پانی سے اپنے جسم پر مالش کرنا۔ تھوڑے دن بھی نہ گزرے تھے کہ جوہر نے شفا پائی اور تندرست ہوگیا۔

قربان اس مسیحا نفسی کے جس نے احیاء موتیٰ اور شفائے مبروص کی کرامتوں کا ظہور ہوا اور انہیں واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قدوۃ الکبراے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے پرتو تھے[1]

---

[1] لطائف اشرفی (مؤلف)

مولانا صفی الدّین شیخ صفی الدّین ردولوی بڑے عالم و فاضل اور متقی انسان تھے۔ ایک شب انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی شکل کے بزرگ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم نے بہت کاغذ سیاہ کیا۔ اب سیاہ کو سفید کرنے کا وقت آگیا۔ شیخ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت پھر مجھے بیعت کر لیجئے۔ انہوں نے خواب ہی کی حالت میں فرمایا کہ جب خداوند قدوس چاہتا ہے کہ کسی بندے کو صاحب اسرار بنادے تو خضر کو حکم دیتا ہے کہ اس بندے کو کسی ولی کے پاس پہنچا دیں۔ پھر انھیں بزرگ نے فرمایا کہ جلد ہی ایک صوفی یہاں آنے والے ہیں تم انھیں کے خدمت سے فیض یاب ہوگے۔

رُدولی شریف چند ہی روز کے بعد حضرت کا ورود مسعود ردولی شریف میں ہوا اور مسجد جامع میں قیام فرمایا۔ شیخ صفی الدّین بھی زیارت کیلئے آئے اور دل میں یہ بھی خیال تھا کہ شاید جنکی بشارت خواب میں پائی ہے۔ تعبیر خواب ہوکر وہی جلوہ فرمائے ہدایت ہوں۔ جب وہ حضرت کے قریب پہونچے تو آپ نے فرمایا کہ پیارے صفی جب خداوند قدوس کسی بندے کو صاحب اسرار بنانا چاہتا ہے تو خواجہ خضر کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اس بندے کو کسی ولی تک پہونچادیں۔ حضرت کے زبان فیض ترجمان سے یہ کلمات سنتے ہی شیخ صفی الدّین کی عقیدتمندی معراج کمال کو پہنچ گئی اور اسی وقت بیعت سے سرفرازی حاصل کی۔ حضرت نے ان کے اور انکی اولاد کیلئے دعا فرمائی اور ان کی خاطر اچالیس روز وہاں قیام بھی فرمایا تاکہ شیخ صاحب ایک اربعین اپنے پیر و مرشد کی صحبت سے فیض اندوز ہوں ان کا ایک لڑکا اسمٰعیل تھا اس کو لاکر حضرت کے قدموں پہ ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو بھی میں نے مرید کیا اور قبول کیا۔

اجودھیا کا باا خلاص مرید حضرت وہاں سے اجودھیا تشریف لائے اور شیخ شمس الدّین کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ شیخ شمس الدّین نے اہتمام مہمانداری کی حد کردی۔ قدوۃ الکبریٰ کو شوربا پسند تھا عقیدت کیش مرید نے اُس کو خود پکایا اتفاقیہ ان کا ہاتھ جل گیا انھوں نے اس پہ پٹی باندھ لی۔ جب دسترخوان بچھانے کے وقت وہ حضرت کے سامنے آئے تو آپ نے پوچھا

شمس الدین یہ پٹّی کیسی ہے؟ وہ تو چپ ہی رہے لیکن حاضرین میں سے کسی نے واقعہ بتا دیا۔ آپ نے تاسف کیا اور فرمایا کہ فرزند شمس الدّین اور قریب آؤ اور پھر زخم پر آپ نے اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے زخم کی سوزش فوراً جاتی رہی۔ اور جلد ہی زخم بھی اچھّا ہوگیا اور فرمایا کہ تمھارے ہاتھ پر ولایت کا داغ لگا یا گیا ہے۔

سفرِ حج یہیں سے آپ نے سفر کعبہ کا ارادہ فرمایا۔ شیخ شمس الدّین نے بھی ہمرکابی کی اجازت چاہی مگر حضرت نے انہیں روک دیا اور فرمایا کہ اس اطراف میں میرے بیشمار مریدین ہیں آخر ان کی خبر گیری کون کرے گا۔ ان کی ھدایت و تعلیم کیلئے تمہارا یہاں رہنا بہت ضروری ہے۔ حضرت جب وہاں سے چلے تو شیخ شمس الدّین کئی منزل تک حضرت کو رخصت کرنے آئے۔ واپسی کے وقت حضرت نے ان کو مناسب حال نصیحتیں فرمائیں اور وعدہ کیا کہ اس سفر میں جو نعمتیں مجھے ملیں گی اس میں سے تمہیں بھی دوں گا۔ چنانچہ مجبوراً وہ آنسو بہاتے ہوئے رخصت ہوئے بڑوں کی باتیں بھی بڑی ہی ہوتی ہیں۔ شیخ صاحب کے ادب کا یہ حال تھا کہ مقام رخصت سے اجودھیا تک اُلٹے قدموں آئے اور حضرت پیرومرشد کی طرف پیٹھ نہیں کیا اور اسی ادب وخدمت کا ثمرہ تھا کہ یہی شیخ شمس الدین بعد میں شیخ شمس الدّین فریاد رس کے لقب سے مشہور ہوئے اور کسی دعا کیلئے آپ کے قبر شریف پر جانا یا آپ کے روح پاک سے توجہ چاہنا قبولیت کی ضمانت سمجھی جاتی ہے۔ سفر سے ایک دن پہلے حضرت نورالعین نے عرض کی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ انہیں ایام میں غوث زمانہ کا وصال ہونے والا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ چند مہینے میں معلوم ہو جائے گا کہ یہ نوبت کس کے دروازے پر بجنے والی ہے۔

احمد آباد اس سفر میں حضرت جب احمد آباد پہونچے تو وہاں کے شیخ الاسلام ملنے آئے یہ بڑے عالم وفاضل بلکہ علامۂ دہر تھے۔ چند علمی مسائل پر آپ سے گفتگو کرنے لگے۔ دورانِ گفتگو میں حضرت کی شان اقدس میں چند نامناسب باتیں کہہ گذرے۔ حضرت چپ ہوگئے۔

اسی شب میں اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ تشریف لائے اور شیخ الاسلام کو بہت ڈانٹ بتائی کہ سید سے گستاخانہ حجت کرتے ہو۔ آج تمہارے اکابرین کی روحانیت آڑے آگئی اور تم آفت سے بچ گئے۔ اگر پھر کوئی نامناسب گفتگو کی تو سخت نقصان اٹھاؤ گے مولانا کانپ گئے اور صبح ہی شہر کے ایک رئیس کو ساتھ لے کر جامع مسجد جہاں حضرت کا قیام تھا، پہونچے اپنی غلطی کی معافی چاہی اور شرف بیعت حاصل کیا۔ بعد میں حضرت نے انھیں خلافت سے بھی نوازا۔ حضرت یہیں سے حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے گئے اسلئے کہ اس زمانے میں گجرات کا ساحلی علاقہ ہی بندرگاہ[1] تھا اور یہیں سے بلاد اسلامیہ کا بحری سفر ہوتا تھا۔

گلبرگہ

سفر حج کی واپسی میں حضرت گلبرگہ پہونچے[2]۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت دکن کے بندرگاہ پر اترے تھے۔ آپ کے ہمراہ شیخ الاسلام بھی تھے۔ گلبرگہ کی آب و ہوا آپ کو بیحد پسند آئی اور ایک پُر فضا جگہ پر قیام فرمایا خیمے نصب کر دیئے گئے۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں بعد میں حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے اقامت فرمائی تھی اور ان کی خانقاہ بنائی گئی۔

حال عجیب

حضرت کے خیمۂ خاص میں کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی۔ سوائے حضرت نور العین کے کہ کبھی کبھی خلوت میں اُن کو طلب کرتے تھے اور حقائق یزدانی اور معارف لامکانی بیان فرماتے تھے۔ خلاف معمول ایک شب شیخ الاسلام کو خلوت میں طلب فرمایا۔ جب وہ خدمتِ اقدس میں پہونچے تو حضرت پر ایک عجیب کیفیت تھی کچھ دیر تو وہ بیٹھے لیکن جب حضرت کا اضطراب و جوش بیحد بڑھا اور اتنا بڑھا کہ مولانا شیخ الاسلام خوف زدہ ہوکر خیمے سے باہر نکل آئے۔

خیمے کے گرد تمام اصحاب جمع ہو گئے اسلئے کہ وجدان و جوش کی حالت میں آپکی

---

[1] حضرت کا بحری سفر بندرگاہ گھوگھا یا کھمبات سے ہوا تھا۔ [2] سفر حج کے بعد گلبرگہ کا ذکر اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ آپ دکن کے ساحلی بندرگاہ ڈابھیل پر اُترے ہوں گے۔ (مؤلف)

آواز کو باہر والوں نے بھی سُنا اور شیخ الاسلام نے چشم دید حالت بیان کی۔ حضرت نورالعین اور دیگر تمام اصحاب بیحد پریشان تھے مگر کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ خیمے میں جاکر آپ سے آپ کے حال کو دریافت کرے۔ اسی حالت میں ایک پہر رات گذر گئی تو لوگوں نے سُنا آپ فرما رہے تھے الحمدللہ میسر آمد (خدا کا شکر ہے کہ مل گیا) اور لوگوں کو اس حال عجیب کے دریافت کی ہمت نہ کر سکا لیکن اس واقعے کی نقاب کشائی کیلئے سب لوگ بیتاب تھے۔

حضرت نورالعین نے کچھ تو خود ہمت کی اور کچھ حضرت شیخ الاسلام وغیرہ نے اُبھارا اور آپ خیمے میں جاکر مؤدب بیٹھ گئے جب سرکار مخاطب ہوئے تو عرض کی کہ حضور کے غلامان آج کی کیفیت عجیب سے سخت پریشان ہوئے ہیں مگر نہ تو استفسار کی کسی میں جرأت اور نہ حضور کی بے چینی اور بیخودی ایسی تھی کہ ہم غلامانِ اشرفیہ اُس کا اثر نہ لیتے۔

غوث العالم

حضرت نے فرمایا کہ آج رجب المرجب کی پہلی تاریخ ۷۷۰ھ ہے غوثِ زمانہ جن کی زیارت میں نے جبل الفتح پر کی تھی وہ وصال فرما گئے تمام اکابرین روزگار اور مشائخ عظام کو اس کی تمنا تھی کہ اس مقام بلند کیلئے میرا انتخاب ہو مگر حق تعالٰی کے وجہہ کریم کو ہزار ہا حمد کہ اس بیمثال عظمت کا تاج اپنی عنایت بے غایت سے اس فقیر کے سر پر رکھا دستور ولایت کے بموجب کہ نماز غوث، غوث پڑھائے۔ چنانچہ نماز جنازہ میں نے پڑھائی اور جنازہ میں نے عبدالرب، عبدالملک اور ایک بزرگ اوتاد سے تھے ان چاروں نے اٹھایا۔ حضرت قدوۃ الکبرٰی نے فرمایا کہ اس عہدہ غوثیت سے پہلے میں عبدالملک تھا اور غوث کے داہنے پر میری جگہ تھی اب کہ میں غوث ہوا عبدالرب عبدالملک بنے اور ایک بزرگ اوتاد سے عبدالرب ہوئے اور اوتاد میں ایک ابدال سے اور ابدال میں ایک اخیار سے اور اخیار میں ایک ابرار سے اور ابرار میں ایک نجبا سے اور نجبا میں ایک نقبا سے اور نقبا میں ایک عام مسلمانوں سے داخل کیا گیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

اکرام الٰہی

رب کا اکرام اللہ اللہ! ایک وہ مسافر جو کہ وتنہا صحرا اور ریگستان میں پھرتا آبادی و ویرانے سے گزرتا پہاڑوں اور وادیوں کو پیچھے

چھوڑتا ہوا مست الست بنکر تاج وتخت ٹھکرا کر اعزہ واقربا سے منھ موڑ کر محبوب وطن کو خیرباد کہہ کر بھرپور جوانی میں شاہانہ شکوہ وجلال سے دست کش ہو جاتا ہے ۔ عیش و مسرّت کی جگہ فقر وفاقہ شہرت و ناموری کی جگہ وطن سے دوری پیادہ پا ہو کر بنگال کی مرطوب سرزمین پر پہونچ کر خدا اور صرف خدا کی رضا جوئی اور خوشنودی تلاش کرتا ہے ۔ ایک معمولی انسان کی طرح زندگی کے بہت سے لمحات گزار کر آخر اُس وقت کو بھی پالیتا ہے جب کہ عبد منزل رضا کو طے کر چکتا ہے اور معبود کی عطاؤ جود کا وقت آتا ہے یعنی مادّی تخت وتاج کے صلے میں ربّ کریم نے معنوی اور روحانی سریر آرائی اور جہانبانی کی باگ آپ کے سپرد فرمادی وہ نعمت عظمےٰ اور موہبت کبریٰ جس کا مقام مقام نبوت کے بعد مراتب ولایت میں سب سے اعلیٰ ہے جس کو اصطلاح میں غوث کہتے ہیں ۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ غوث العالم ہو گئے ۔

اب ایک مملکت سمنان کیا تمام عالم کی باگ آپ کے ہاتھ میں آگئی اور سارا زمانہ بارگاہ بیکس پناہ کا بھکاری اور فریادی بن گیا اور دنیا پکار اُٹھی کہ :-

یا سیّد اشرف جہانگیر　　　　دست من زار و ناتواں گیر

اور زمانے کو اس کا اعتراف کرنا پڑا کہ

ہر کہ آمد بر درت اُمیدوار　　　　بر نگردد تا نہ یابد مدّعا

ہندو میزبان چند روز آپ نے گلبرگہ میں قیام فرمایا ۔ نظام آباد دکن بھی تشریف لیگئے ۔ مسجد میں قیام فرمایا وہاں کے ہندوؤں نے وہاں کے مسلمانوں سے زیادہ آپ کی خدمت اور آپ کے اصحاب کی مہمانداری کی ۔ صبح جب آپ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو تمام ہندو آپ کو رخصت کرنے آئے آپ نے ان کی خوشحالی کی دعا فرمائی ۔ دکن سے واپسی براہ کالپی ہوئی اور آپ روح آباد تشریف لے آئے ۔

دستور خانقاہ خانقاہ عالم پناہ میں آپ رمضان المبارک کو پہونچے ۔ خانقاہ کا دستور تھا کہ افطاری اور کھانا دونوں عصر ہی کے وقت تقسیم ہوتا تھا شیخ الاسلام گجراتی جو سفر میں ہم رکاب تھے ساتھ ہی ساتھ وہ بھی تشریف لائے ۔ تھے حسب دستور عصر

ہی کے وقت اُن کے پاس بھی کھانا اور افطاری پہنچی۔ کھانا آتے ہی انھوں نے روزہ توڑ دیا اور بیٹھ کر کھانے لگے۔ خانقاہ میں غُل مچ گیا کہ اتنا بڑا جید عالم اور پھر حضرت کے مُرید و خلیفہ انھوں نے عمداً روزہ توڑ دیا۔

حضرت کے گوش مبارک میں یہ خبر پہنچی تو انھیں بلا کر استفسار فرمایا انھوں نے کہا کہ حضور ایک روزہ کا کفارہ ساٹھ روزوں سے پورا کرلوں گا یہ میرے لیئے آسان ہے لیکن بارگاہ عالی سے کوئی نعمت ملے اُس سے اُسی وقت مستفیض نہ ہوں میں اسکو محرومی سمجھتا ہوں۔

سبحان اللہ کیا شان تھی اس غوث العالم پیر طریقت کی جسکے علماء ایسے عاشق مرید تھے!

آگے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت نے اس سفر میں جاتے وقت حضرت شمس الدین سے وعدہ فرمایا تھا کہ سفر میں جو تبرکات ملیں گے ان میں سے میں تمھیں بھی دوں گا۔ چنانچہ جب واپسی پر وہ آپ سے ملنے کیلئے آئے تو جو کچھ آپ کو تبرکات ملے تھے حتیٰ کہ ایک غار نشین فقیر نے آپ کو ایک پیسہ دیا تھا وہ سب آپ نے شیخ شمس الدین کو مرحمت فرما دیا۔

نگاہِ مومن سے ڈرو حضرت قدوۃ الکبرٰی کے حضور ایک فلسفی آیا اور آکر آپ کی محفل میں بیٹھ گیا اس کی شکل وصورت اور لباس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بڑا پکا مسلمان ہے جب آپ کی نگاہ اس پر پڑی تو فرمایا کہ کیوں بہروپ بنائے ہو تم صوفیہ کی نگاہ سے اپنی حقیقت چھپا نہیں سکتے۔ فلسفی اپنے دل میں بڑا شرمندہ ہوا۔ اور دل ہی دل میں تائب ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر فرمایا کہ الحمد للہ خدا نے تہیں تو یہ نصیب فرمائی۔ حضرت کے اس کشف پر اُس کو بیحد حیرت ہوئی۔ اُٹھ کر قدموں پر گر پڑا اور مرید ہو گیا۔

جاہل قلندر ایک مرتبہ خانقاہ میں علی قلندر نام کا ایک فقیر قلندروں کی بڑی جماعت لے کر آیا اور آپ سے پوچھا کہ آپ اپنے کو جہانگیر کیوں کہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نہیں کہتا لوگ کہتے ہیں۔ کیوں کہتے ہیں؟ علی قلندر نے پھر پوچھا۔

آپنے فرمایا کہ مجھے میرے پیر نے اس خطاب سے سرفراز فرمایا وہ خود کہتے تھے ان کے کہنے سے دنیا کہنے لگی۔ آپ کے جہانگیر ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ قلندر نے ایک اور سوال کیا۔

حضرت کو جلال آگیا فرمایا کہ ثبوت یہی ہے کہ میں جہانگیر بھی ہوں اور جاں گیر بھی قلندر فوراً زمین پر گر پڑا اور اسکی روح پرواز کر گئی۔

ایک اور سفر حضرت اقدس نے پھر عزم سفر فرمایا اور ملک روم پہونچے۔ حضرت مولانا جلال الدین کے آستانے پر تشریف لے گئے اُس وقت عارف رومی کے سجادے پر سلطان ولد کے صاحبزادے رونق سجّادہ تھے۔ حضرت نے خانقاہ میں اقامت فرمائی۔ صاحب سجّادہ نے بڑے اہتمام سے آپ کی ضیافت کی اور اسی سلسلے سے بہت سے مشائخ کو بھی اکٹھا کیا۔ دعوتی لوگوں میں روم کے شیخ الاسلام بھی تھے جو بڑے زیرک اور علم و فضل کا کیا کہنا کہ شیخ الاسلام تھے۔ مگر قابل لوگوں کے مزاج کی عجب افتاد کہ فقرا سے پہلے اُلجھے بغیر نہیں رہتے۔ بہتوں کا اسی میں نقصان ہوگیا اور اکثر کو معافی مانگنی پڑی۔ چنانچہ رومی شیخ الاسلام بھی کچھ ایسی ہی طبیعت کے تھے۔ یہ جب گھر سے دعوت میں شرکت کے لئے چلے تو یہ سوچ لیا کہ غوث العالم مخدوم جہانگیر سے کچھ ایسی باتیں پوچھی جائیں جس کا ان سے جواب نہ بن پڑے۔ چنانچہ یہ خیال لے کر پہونچے تو حضرت اُس وقت کھانے کے کمرے میں تشریف نہیں لائے تھے۔ جب مدعو شدہ لوگ آگئے تو بعد میں حضرت بھی تشریف لائے مگر کمرے سے باہر ہی کھڑے ہوگئے۔

آپ کی مثالی صورتیں شیخ الاسلام اور جملہ لوگوں نے دیکھا کہ حضرت کے جسم مبارک سے ایک صورت نکلی ہو بہو آپ کے شکل کی تھی اور اسی صورت سے پھر دوسری صورت پیدا ہوئی اور دوسری صورت سے تیسری یہاں تک کہ حضرت غوث العالم مخدوم جہانگیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے گرد اگرد آپ کی ستو شبیہیں پیدا ہوگئیں۔ اس وقت آپ نے ایک رباعی فرمائی۔

پرہیزگار عابد شب زندہ دار اور مقبول و مستجاب تھے۔ آپ بھی حضرت شاہ احمد جائسی علیہ الرحمۃ کی نسل سے ہیں مگر کئی پشت کچھوچھہ شریف میں رہی۔ آپ کا وہی آبائی مکان ہے۔ اپنے خسر حضرت صاحب سجادہ علیہ الرحمۃ کی خواہش پر جائس رہے۔ انھیں دونوں بزرگوں سے یہ چوکھٹ آباد ہوئی۔ سجادہ کی رونق بڑھی۔ بوستان اشرفیہ میں بہار آئی۔

تعلیم حضرت مؤلف مدظلہ العالی کی رسم تسمیہ خوانی آپ کے نانا حضرت علامہ شاہ نقی اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمائی اور تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ چھ سال کی عمر میں ناظرہ قرآن شریف ختم کیا۔ اسی عمر میں نماز کا طریقہ اور متعدد آیات شفاء و دعائیں یاد کرادی گئیں۔ فارسی تعلیم کی ابتداء حضرت نانا صاحب علیہ الرحمۃ سے ہوتی۔ گلستان۔ اخلاق محسنی حکیم احمد اشرف صاحب علیہ الرحمہ سے پڑھی جو خانوادے کے ایک فاضل شخص تھے۔ اخلاق محسنی کا کچھ حصہ حکیم سید مبارک حسین اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ سے پڑھا۔ بوستان سکندر نامہ مینا بازار قاضی میر محمد جائسی سے پڑھی۔ پھر درس نظامی شروع ہوا۔ مولانا غلام مصطفیٰ وارثی جائسی سے صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر استاذ العلماء امام النحو حضرت علامہ مولانا عبد العزیز خاں صاحب فتحپوری برادر کلاں حضرت علامہ مفتی عبد الرشید خاں صاحب اشرفی ناگپوری علیہ الرحمہ سے کافیہ اور نصاب کی دوسری کتابیں پڑھیں۔ مولانا موصوف نے کافیہ زبانی یاد کرادی تھی۔ فہم مسائل کے ساتھ انھیں ایام میں ایک بار حضرت کو ٹائی فائیڈ ہوگیا۔ بخار نے سرسامی شکل اختیار کرلی۔ اسی عالم میں آپ کافیہ کی عبارت پڑھنے لگے۔ مخدومہ والدہ صاحبہ سخت پریشان ہوئیں کہ پڑھ تو رہے ہیں عربی مگر نہ تو قرآن شریف ہے نہ دلائل الخیرات۔ آخر ہی کیا۔ انھوں نے اپنے عم زادہ حکیم مولانا سید حسن اشرف کو بلایا۔ وہی معالج بھی تھے۔ انھوں نے تسلی دی کہ آج کل جو کتاب زیر درس ہے اسی کو اس کیفیت میں پڑھ رہے ہیں۔ طب کی کتابیں بھی زیر درس ہیں۔

حضرت امین شریعت علامہ مفتی رفاقت حسین اشرفی سے شرح جامی، شرح وقایہ و دیگر معقولات و منقولات کی کتابیں پڑھیں۔ لکھنؤ میں بھی حصول علم کے لئے دو سال قیام رہا

ولی کامل آئینہ صورت گراست | صد ہزاراں صورت از وے بر درست
صورتِ عالم چہ باشد کاندرو | عرش و فرش ہر آنچہ در وے بر درست

آپ کا کشف

مخدوم زادہ رومی نے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا اور ایک ممتاز جگہ آپ کو بٹھایا۔ حضرت شیخ الاسلام کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ ان صورتوں میں آپ کس صورت سے مسائل پوچھنا چاہتے ہیں مولانا پہلے ہی گم کردہ حواس ہو رہے تھے آپ کا دوسرا کشف دیکھ کر لرزہی گئے اور اُٹھ کر حضرت کے قدموں پر گر پڑے۔ مولانا مخدوم زادے سے شفارش کے خواہش مند ہوئے حضرت نے فرمایا کہ معاف تو کرتا ہوں مگر آئندہ کسی صوفی کو ذلیل کرنے کا ارادہ نہ کرنا۔

رومی شیخ الاسلام کی عقیدت

دوسرے دن حضرت غوث العالم نماز فجر کے بعد وظائف میں مشغول تھے کہ شیخ الاسلام سر برہنہ خدمت اقدس میں آئے اور بہت بہت معافی مانگنے لگے۔ حضرت کے حال پوچھنے پر بتایا کہ رات میں گھر کی چھت پر لیٹا ہوا سونے کی فکر کر رہا تھا کہ اچانک دس آدمی نہ جانے کدھر سے برہنہ تلواریں لئے پہنچ گئے اور ایک شخص میرے سینے پر چڑھ بیٹھا اور کہا تو غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی کی غیبت کرتا ہے ہم لوگ تیرا سر کاٹنے آئے ہیں لیکن ٹھیک اسی وقت ایک مرد بزرگ بڑی نورانی شکل کے پہنچ گئے اور وہ بزرگ ان لوگوں سے مخاطب ہوئے کہ میں نے حضرت سے اس کی معافی چاہ لی ہے اس کو چھوڑ دو۔ ان کے بڑی خوشامد سے ان لوگوں نے مجھے چھوڑا۔ جب وہ سب لوگ چلے گئے تو اس مرد بزرگ نے بہت سخت وسست کہا اور فرمایا کہ خبر دار مردانِ خدا کے معاملات میں کبھی دخل نہ دینا نہ آئندہ کسی قسم کی گستاخی تم سے سرزد ہو اور صبح جاکر ان کے قدموں پر گر کر معافی مانگو۔

حضرت نے جب اس واقعے کو سنا تو فرمایا کہ مولانا جانتے ہو وہ نورانی شکل کے بزرگ کون تھے؟ مولانا شیخ الاسلام نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تمہارے دادا تھے صاحب کشف و کرامت گذرے ہیں ان کی نصیحت پر ہمیشہ عمل کرنا اور

اور فوراً اُسے بدظنی کبھی نہ رکھنا۔

قاضی زادہ

اسی شہر میں ایک قاضی زادہ محمدؐ نام کے تھے ان کو معرفت الٰہی کی طلب ہوئی۔ حضرت کی محفلوں میں آمد ورفت شروع کی لیکن حضرت ان کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے بلکہ اُن کا بیٹھنا تک حضرت کو ناگوار گذرتا اور کبھی کبھی تو یہاں تک فرما دیتے تھے کہ یہ شخص محض روٹی کھانے کیلئے یہ ڈھنگ بنائے ہیں۔ نہ تو اس کو کوئی طلب ہے اور نہ اسکے سینے میں شوق کا کوئی شعلہ ملتہب ہے۔ قاضی زادہ یہ سب جانتے سمجھتے لیکن حضرت کی محفلوں میں حاضری کی سعادت نہ چھوڑتے۔

حضرت کا قیام ابھی عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ ہی میں تھا کہ حضرت نورالعین بیمار ہوگئے اور بیماری نے اتنی شدّت اختیار کرلی کہ مقامی اطبّا نے جواب دیدیا۔

ایثار ارادت

اتفاقاً وہاں ایک یونانی طبیب آگیا حضرت غوث العالم نے اسے بھی بلایا اُس نے آکر حضرت نورالعین کو دیکھا اور کہا کہ میں کامیاب علاج کرسکتا ہوں لیکن ایک مشکل یہ ہے کہ مریض کیلئے جو روغن میں نے تجویز کیا ہے اس میں تھوڑا سا انسانی گوشت کی ضرورت ہے۔

حضرت کو سخت تعجب ہوا کہ آدمی کا گوشت کس طرح دستیاب ہوگا۔ حضرت اسی غور وفکر میں تھے کہ قاضی زادے نے اپنے ہاتھ کا گوشت کاٹ کر ایک برتن میں رکھا اور طبیب کے حوالے کیا اور خود کہیں چھپ کر بیٹھ گئے۔

طبیب نے روغن تیار کیا اور حضرت نورالعین کے جسم پر اسکی مالش ہونے لگی اس مالش سے حضرت نورالعین کو واقعی آرام ملا اور تکلیف میں کمی محسوس ہونے لگی۔ جب مرض کے افاقے کی اطلاع حضرت غوث العالم کو ہوئی تو طبیب کو بلاکر پوچھا کہ کس دوا سے آرام ہوا اس نے بتایا کہ صاحب وہی روغن تیار کیا تھا جس میں انسان کا گوشت بھی ہے۔ حضرت کو حیرت ہوئی کہ گوشت کہاں سے آیا۔

حکیم نے بتایا کہ آپ کا کوئی مرید ہے اس اس شکل کا۔ حضرت نے سمجھ لیا کہ یہ

قربانی قاضی زادے کی ہے۔ چنانچہ انہیں بلانے کا حکم دیا۔

کرامت

قاضی زادے آئے۔ آپ نے انھیں اور قریب آنے کا حکم دیا۔ جب نزدیک آئے تو ان کا زخمی ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر کچھ پڑھا اور زخم پر دم کر دیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ دم کرتے ہی گوشت پھیلنے لگا اور دم زدن میں زخم بالکل بند ہو گیا اور پھر حضرت کی توجہ خاص سے انہیں جس چیز کی لگن تھی اور جس شوق کی تڑپ نے انہیں اپنا گوشت خود کاٹنے پر مجبور کر دیا تھا وہ منزل آن کی آن میں طے ہو گئی اور جلد ہی حضرت نے انہیں نیشاپور کا صاحب ولایت بنا کر بھیج دیا۔

جھوٹا مدعی

ایک روز حضرت مسجد جامع میں رونق افروز تھے مخدوم زادہ ودی بھی تشریف رکھتے تھے۔ شیخ ابوالفضل ارمنی اور دیگر علماء بھی موجود تھے کسی نے ذکر کیا کہ یہاں ایک شخص مہدویت کا مدعی آیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ مہدی موعود کی نشانیاں آثار و احادیث میں موجود ہیں تمہیں اس دعوے کی صحت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ لیکن میں ان مہدی صاحب کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ چند ہی دنوں کے بعد وہ شخص جو اپنے کو مہدی آخرالزماں مشہور کرتا تھا آیا اور آپ کی خدمت میں بیٹھ گیا۔ حضرت اسکی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ عزیز من! یہ نعمت دعوے سے نہیں حاصل ہوتی۔ خدائے برتر اس منصب جلیل پر جس کو فائز فرمائے گا اُسکے آثار اور نشانیاں خود ہی ظاہر ہوں گی۔ تم ان بکھیڑوں میں نہ پڑو دنیا کے اور ضروری کاموں کو دیکھو جنکی مشغولیت اس تضیع اوقات سے بہتر ہے۔ آپنے ایسی دل پسند تقریر فرمائی کہ اسکو توبہ نصیب ہوئی اور دعوائے مہدویت سے باز آیا۔

شریعت اور طریقت

وہی ایک اور شخص آیا اور کہنے لگا کہ طریقت شریعت پر مقدم ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم صوفیاء پر اتہام کرتے ہو انھوں نے کوئی لفظ ایسا استعمال نہیں کیا جو کتاب و سنت میں نہ ہو طریقت عین شریعت اور شریعت طریقت سے جدا نہیں۔ آپنے فرمایا کہ تربیت اخلاق اور تصفیہ قلب و روح کیلئے قرآن میں جو کچھ لکھا ہے مشائخ کرام نے اسی سے طریقت کے

مسائل کا استخراج کیا ہے۔

حضرت فرماتے تھے کہ ملفوظات مشائخ کو میں نے ایک ایک لفظ پڑھا اور تمام اولیاء زمانہ کی خدمت میں پہنچا لیکن صوفیاء کی تحریر و تقریر سے یہ بات نہ معلوم ہو سکی کہ تصوف کی کوئی منزل ایسی بھی ہے جہاں پہنچکر عبادت معاف ہو جاتی ہو۔ ہاں ان خاصان حق نے بلند و بالا درجات حاصل کئے لیکن عمل صالح کا کوئی پہلو فرو گذاشت نہ فرمایا اور وقت رحلت تک فرائض و واجبات کی تو بڑی اہمیت ہے اُن سے سنت کا کوئی ادب بھی قضا نہ ہوا۔

صوفیاٴ کا شرعی کردار

حضرت نے فرمایا کہ جناب شبلی رحمۃ اللہ علیہ پر جب نزاعی کیفیت طاری ہوئی تو اُس وقت شیخ کبیر دینوری اور ایک دوسرے بزرگ بھی موجود تھے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت شبلی نے اشارے سے فرمایا کہ مجھے وضو کرادو چنانچہ میں نے انہیں وضو کرایا لیکن داڑھی کا خلال بھول گیا۔ اس وقت ان کی زبان بے قابو ہو چکی تھی مگر آپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنی داڑھی تک لاکر خلال کا اشارہ کیا اور روح پرواز کر گئی۔

خاصانِ حق سے برائی کا نتیجہ

آستانہٴ مولانا روم کے حاضری کے ایام میں ایک شخص آپ کی بڑی برائیاں کرتا تھا۔ ایک دن مخدوم زادہ روحی نے حضرت غوث العالم سے بیان فرمایا کہ آج میں نے بچشم ظاہر دیکھا کہ فرشتوں کی ایک جماعت بڑے جوش اور غیض سے زمین پر آرہی تھی میں نے پوچھا کہ تم لوگ کیوں اور کہاں جارہے ہو؟ ان فرشتوں نے جواب دیا کہ ایک شخص غوث العالم مخدوم جہانگیر (رحمۃ اللہ علیہ) کی غیبت کرتا ہے ہم لوگ اسکے ایمان کی جڑ کاٹنے آئے ہیں۔ نَعُوذُ بِاللّٰہ

فلسطین

حضرت غوث العالم فلسطین بھی تشریف لے گئے بیت المقدس مسجد اقصےٰ اور دیگر عتبات عالیہ و مزارات انبیاء علیہم السلام کی زیارت کی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مرقد مبارک پر چندے قیام فرمایا۔ آپ فرماتے تھے

کہ وہاں سے مخصوص فیوض و انوار سیر سے قلب پر متجلّی ہوئے فلسطین کے دیگر گاؤں اور قریوں میں بھی آپ تشریف لے گئے. کچھ لوگ خفیہ طریقے سے مسلمان بھی ہوئے۔ جو لوگ مسلمان ہوئے حضرت نے انھیں شرف بعیت سے بھی نوازا۔

شاہ مدار

آپ کے اس سفر میں حضرت بدیع الدین شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ رہے۔ یہیں سے آپ نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا اور شاہ مدار نے ہندوستان کی واپسی کا ارادہ کیا. جس وقت آپ سے جدا ہوئے تو بے حد روئے اور بطورِ نشانی اپنا خرقۂ محبت آپ کو دیا. سفر حج آپ کا بحری راستہ سے ہوا تھا. چنانچہ راستے کے چند واقعات سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

کشتی رُک گئی

ایک دن کشتی چلتے چلتے رُک گئی. معلوم ہوا کہ باد شرطہ [2] نہ ملنے سے کشتیوں کو لنگر انداز ہونا پڑا اُس وقت حضرت غوث العالم استغراق اور محویت کے عالم میں تھے. اور اوقات نماز و وظائف کے علاوہ آپ پر کیفیت طاری رہتی اور کسی سے مخاطب تک نہ ہوتے. آپ کی اس کیفیت کو بھی تین روز ہو گئے اور کشتی کو لنگر ڈالے ہوئے بھی تین روز ہو گئے. جس کی وجہ سے مسافروں میں سخت اضطراب پھیل گیا کہ کشتی کے رُکنے سے سفر بھی طویل ہو رہا ہے اور سامان خورد و نوش کے ختم ہو جانے پر ہلاکت بھی قریب ہی نظر آ رہی تھی. تیسرا دن بھی صاف نکلا جا رہا تھا اور اب مسافروں کی بے چینی آہ و نالے سے بدلنے لگی. موت کے بھیانک تصور سے دل کانپ رہا تھا، آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکنے لگا۔

مجبور ہو کر آپ کے خدام نے آپ کو اطلاع دی آپ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ پھر تم لوگوں نے مجھے پہلے اطلاع کیوں نہ دی. حضرت نور العین نے عرض کی بادشاہ ولایت کی بارگاہ میں اشارہ یا ایماء کے بغیر کون جرأت بیان کر سکتا یا کون لب کشا ہے۔

---

[1] غالباً یہ وہ زمانہ تھا جب کہ فلسطین پر عیسائی قابض تھے. [2] وہ ہوا جس سے بادبانی کشتیاں چلا کرتی تھیں۔ (مؤلف)

حرف و حکایت ہو سکتے۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت مجھے مجذوب شیرازی کا ایک شعر یاد آرہا ہے تم سب لوگ اس کو مل کر پڑھو۔ ممکن ہے کہ رحمت الٰہی موجزن ہو اور ہوائے شرطہ چل پڑے ؎

کشتی شکستگانیم ای بادِ شرطہ برخیز
شاید کہ باز بینیم آں یارِ آشنا را

زبان مبارک سے یہ شعر ادا ہوا کسی نے دہرایا کوئی پڑھ ہی رہا تھا۔

ہوا چل پڑی کہ ہوا چل پڑی اور کشتی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئی۔ لوگوں کے رنجیدہ چہرے خوشی سے بدل گئے۔

اس سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت عبدالرزاق نورالعین۔ ابوالمکارم۔ حضرت ابوالوفا خوارزمی۔ شیخ الاسلام احمدآبادی۔ حضرت نظام غریب یمنی "تنگر قلی اور آپ کے خادم خاص بابا حسین کے نام قابل ذکر ہیں علیہم الرحمہ والرضوان۔

مکاشفات اولیاء حضرت شیخ نظام غریب یمنی لکھتے ہیں کہ جب جہاز روانہ ہوا تو میرے دل میں خیال آیا کہ اس زمانے میں بھی کوئی ایسا عارف ہے جو دریا کے رہنے والے عارفوں اور عابدوں کی خبر دے۔ لکھتے ہیں کہ جیسے ہی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا فوراً حضرت نے اس خادم کی طرف خطاب فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ فرزند نظام فقراکے لئے اس کا جان لینا ایک تنکے کے توڑنے سے زیادہ آسان ہے۔ حضرت کا سلسلہ سخن جاری ہی تھا کہ پانی کی چادر پھٹی اور ایک شخص سطح آب پر مجھے نظر آیا میں نے اُن سے اُن کا نام و پتہ پوچھا کہنے لگے کہ میرا نام کیکل ہے اور اس دریا میں ایک بزرگ درالبحر نام کے ہیں جو اپنے کو خلفائے حضرت اشرف سمنانی رحمۃ اللہ علیہ سے بتاتے ہیں ان کے ہزاروں مریدین ہیں۔ میں بھی اُن کے ادنیٰ خادموں میں سے ہوں۔ میں نے کہا کہ تمہارے پیر کے مرشد گرامی اسی جہاز میں ہیں اگر چاہو تو زیارت کرسکتے ہو وہ اوپر آگئے اور بڑی نیازمندی سے حضرت سے ملے اور کچھ دیر گفتگو کرتے رہے۔ جس کو ہم لوگ بالکل نہ سمجھ سکے۔

حجاز و شام سرزمین حجاز پہونچ کر آپ نے مناسک حج ادا کیا، مکۂ معظمہ میں حضرت نجم الدین کے اصرار پر آپ نے عربی زبان میں ایک مقفٰی مسجع تقریر فرمائی جس کے اثر خیزی اور دل پذیری کو ایک عرصہ تک اہل مکہ نہ بھول سکے۔ پھر حرمین شریفین کی زیارت کر کے آپ ملک شام تشریف لے گئے۔ طورِ سینا پر بھی آپ پہونچے جہاں حضرت خضر علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ تھے، طور ہی پر آپ سے ابلیس (علیہ اللعنۃ) ملا آپ نے پوچھا کہ تم نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیوں نہیں کیا تھا۔ اُس نے کہا کہ میں عاشق صادق ہوں آدم کے سجدے میں شرک کی بو آتی تھی۔ میری غیرتِ توحید نے غیر خدا کو سجدہ کرنا گوارا نہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے سجدۂ آدم کے راز کو نہ سمجھ کر سخت غلطی کی۔ فطرت محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کے فرمان کو اپنی سمجھ سے متصادم نہ کرے۔ اگر اپنی نامرادی ہی میں محبوب کی مراد ہے تو اسکو وہی کرنا چاہیئے جو رضائے محبوب ہو۔ اور اسی کا نام عشق و محبت ہے۔

حافظ شیرازی دیارِ شام سے آپ ملک فارس تشریف لے گئے، شیراز میں حافظ علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوئی، کچھ روز آپ نے وہاں قیام بھی فرمایا۔ حضرت فرماتے تھے کہ حافظ سلسلۂ اویسی کے اعلیٰ مشرب بزرگ اور مجذوبان زمانہ میں سے ہیں۔ اکابر روزگار اُن کو لسان الغیب کہتے ہیں، اور اُن کے شعروں کی قدر صوفیا ہی کر سکتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم دونوں ساتھ بیٹھے زاہدوں اور عارفوں کے فرق مراتب پر گفتگو کر رہے تھے، مجذوب شیرازی نے یہ شعر پڑھا ؎

زروئے دوست دل دشمناں چہ دریابد
چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

کاشان شیراز سے آپ کاشان پہونچے اور وہاں شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات فرمائی، اس وقت حضرت شیخ صوفیا کی ایک جماعت کو کتاب فصوص الحکم کے رموز و غوامض کا درس دے رہے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ان نورانی محفلوں میں میں بھی شریک ہوا کرتا تھا اور میں نے ایک جلد فتوحاتِ مکیہ

اور ایک جلد اصطلاح کبیر بھی حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت قدوۃ الکبرا نے فرمایا کہ حضرت شیخ اپنی محفلوں میں فرمایا کرتے تھے کہ طالب سلوک جب تک فقرا کی اصطلاح اور حقائق صوفیہ کی شروح سے واقف نہ ہوگا اکابرین مشائخ کے کلام اور ان کی تصنیفات میں اُسے سخت الجھن ہوتی رہے گی اور مقامات صوفیہ کی رفعتوں کو نہ پا سکے گا۔

سمنان

وطن عزیز سمنان بھی تشریف لے گئے۔ آپ کے بھائی محمد اعرف جو اس وقت تاجدار تھے اُن سے ملاقات ہوئی۔ آپ کی والدہ صاحبہ کا وصال ہو چکا تھا۔ کئی بہنوں میں سے ایک کی ملاقات کا پتہ چلتا ہے۔ لطائف اشرفی میں ہے کہ آپ نے حضرت نور العین کو اپنی بہن سے متعارف کرایا اور ان کی دعائیں حاصل کیں۔

سمنان میں نہ تو آپ نے زیادہ قیام فرمایا۔ اور نہ وہاں کے کسی واقعہ کا پتہ چلتا ہے، قیاساً کہا جا سکتا ہے کہ بڑے بھائی کو یا کر سلطان محمد اعرف نے کتنی خوشی کا اظہار کیا ہوگا۔ اہل ملک نے کتنی مسرت منائی ہوگی، اسلئے کہ آپ کی معدلت گستری عدل و سخاوت کے دیکھنے والے کچھ نہ کچھ لوگ موجود ہی رہے ہوں گے، اور نہ بھی رہے ہوں تو واقعات تو زندہ ہی تھے۔ خاندان شاہی یا رعایا نے کتنی شدید عقیدت مندی سے اُنکو روکا ہوگا۔ پھر ان مادی رکاوٹوں کے علاوہ اُن فطری بندھنوں کو بھی اور انسان کے دلی کیفیت کا تو کچھ اندازہ کرنا ہی ہوگا، کہ جب حضرت قدوۃ الکبرا سمنان پہونچ کر محل سرائے شاہی میں تشریف لے گئے ہوں گے۔ تو کیا بیتے ہوئے عیش کے سارے نقوش دماغ کے پردے پر نہ ابھر آئے ہوں گے، کیا آپ کے خیال اقدس میں یہ بات نہ آئی ہوگی کہ یہی وہ محل ہے جہاں میں نے بچپنے کے سُنہرے ایام اور جوانی کی پُر بہار راتیں شاہانہ عیش و نشاط میں گزاری تھیں۔ کیا یہ خیال ذہن میں نہ آیا ہوگا کہ ایک دن میں سلطانی کرتا تھا اور اس پورے ملک پر میری حکمرانی تھی۔ ہر ذی شعور پر میری اطاعت لازمی چیز تھی۔ لیکن اب انسانیت کی اس بلند منزل پر پہونچ چکے تھے۔ جہاں سے محل گھروندہ۔ تخت و تاج سنگ راہ، جاہ و حشم ایک بے معنے چیزیں نظر آتی ہیں۔

لطائف اشرفی میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ آپ نے سمنان میں کہاں اور کب تک قیام فرمایا. کون کون اشخاص آپ سے ملے، غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ حضرت نے خود ہی ان تفصیلات پر روشنی ڈالنا مناسب نہیں سمجھا کہ جس چیز کو ایک مرتبہ ٹھکرا دیا اس کا ذکر بھی نامناسب ہے. فطرت انسانی کے مطابق حُبّ وطن کیلئے بھی دل میں ایک خاص جگہ ہے، اور اللہ کے دوستوں کے دلوں میں غیر خدا کے لیے کوئی گنجائش نہیں. بایں وجہ آپ نے سمنان پہونچنے کا ذکر تو بطریق سیاحت فرمایا لیکن اُن رکاوٹوں کا جو سمنان کو پھر ہمیشہ چھوڑنے کی راہ میں ڈالی گئی ہوں گی، اور اس اصرار کا جو اہل وطن اور اعزا نے آپ کو روکنے کیلئے کیا ہوگا. کوئی ذکر نہیں کیا ہے.

ماوراء النہر سمنان سے آپ اپنے ناہال (ماوراء النہر) حضرت خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ پر پہونچے. صاحب سجّادہ سے ملاقات ہوئی بڑے اخلاص و محبّت سے پیش آئے اور پوچھا کہ خاندان یسوی سے رشتہ کے باوجود آپ نے دوسری جگہ کی ارادت کیوں پسند کی، اس سوال کو دوران گفتگو میں انھوں نے کئی مرتبہ دُہرایا، آپ نے فرمایا کہ مشیّت الٰہی یوں ہی تھی، میں حضرت خضر علیہ السّلام کے ایماء سے ہندوستان گیا اور اپنے پیر و مرشد سے شرف بیعت حاصل کیا. انھوں نے حضرت نورالعین کے متعلق بھی پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ آپ نے اُن کا حسب و نسب اور اپنی قرابت و نیز اُن کی فرزندی میں قبول کرنے کا ذکر فرمایا. اور بتایا کہ یہ حضرت غوث الاعظم کی اولاد میں سے ہیں. حضرت خواجہ کے صاحب سجّادہ نے فرمایا کہ آپ ہمارے فرزند ہیں اور یہ فرزند کا نورالعین ہے، دعا ہے کہ پروردگار انہیں اپنے وقت کا شیخ الاسلام فرمائے.

آپ کی مؤثر خطابت خانقاہ یسویہ میں صاحب سجّادہ اور دیگر لوگوں کے اصرار سے آپ نے تُرکی زبان میں بڑی فصیح اور مؤثر تقریر فرمائی جسکے خوشگوار اثر سے سیکڑوں آدمیوں نے پابندی سنّت کا عہد کیا اور کتنے لوگ ترک خلائق کرکے آپکے ساتھ ہوگئے. حضرت قدوۃ الکبریٰ کو خاندان یسویہ

کے اذکار واشغال کی بھی اجازت ملی۔ خواجہ مودود چشتی کے آستانے پر بھی آپنے حاضری دی جوکہ ماوراءالنہر ہی میں ہے۔ یہاں کے سجادہ نشین جو اس وقت حلقۂ ذکر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بعدِ حلقہ انھوں نے فرمایا کہ خواجہ بزرگ سے اب تک مشائخین چشت ذکر حلقہ کے پابند ہیں اور یہ ہمارے سلسلے کے معمولات سے ہے۔ اس کا ہمیشہ پابند رہنا چاہیئے اور مسبعات عشر کی بھی تاکید فرمائی۔ لطائف میں لکھا ہے کہ ہر مبتدی اور منتہی کو مسبعاتِ عشر کو پابند ہونا چاہیئے۔

نقشبندیوں کے پیر حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ملاقات ہوئی، انھوں نے سید نورالعین کو بہت دعائیں دیں۔ اور اُن کے حال پر بڑی توجہ فرمائی۔

بلخ کا ایک عجیب واقعہ حضرت بلخ بھی تشریف لے گئے۔ حسب معمول آپ مسجد میں اقامت فرماتے تھے۔ آپ کے اصحاب وخدام اور دیگر بہت سے درویش وفقرا بھی موجود تھے، اثنائے گفتگو میں اچانک آپنے اپنا عصائے مبارک اُٹھایا اور بڑے غصّے سے مسجد کی دیوار پر مارنے لگے۔ لوگ سخت متعجب ہوئے کہ یہ کیا کیفیت تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نورالعین نے اس عجیب واقعہ کے متعلق آپ سے پوچھا پہلے تو آپ خاموش رہے، پھر کچھ وقفے کے بعد فرمایا کہ موصل میں میرا ایک رومی مُرید میدانِ جنگ میں مصروف پیکار تھا، اس نے مجھ سے مدد چاہی۔ اور مجھے یاد کیا میں اُسکی دستگیری کر رہا تھا۔ چنانچہ حق تبارک وتعالیٰ نے جس لشکر کے ساتھ وہ تھا اُسکو کامیابی عطا فرمائی۔ کچھ لوگوں نے وہ تاریخ لکھ لی تھوڑے دنوں میں ایک زخمی سپاہی اسی طرح سے آیا۔ اُس سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی تاریخ پر جنگ ہوئی تھی اور ولایت جہانگیری کے تصرف سے اسی لشکر کو فتح نصیب ہوئی۔

شروان میں بھی گزر ہوا۔ ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ اس دن وہاں

ﻟﮧ ذکر حلقہ اور مسبعات عشر خاندان اشرفیہ کے کسی بزرگ سے رجوع کرنے پر معلوم ہوسکتا ہے (مؤلف)

اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ آپ کے اکتساب علم کا نقطۂ عروج آیا۔ جب مخدوم الملت حضرت محدث اعظم ھند علیہ الرحمہ (جو جائسی رشتہ سے آپ کے قریبی ماموں اور کھوچھوی رشتہ سے خسر تھے) سے تفسیر و حدیث کی تکمیل فرمائی۔ خود فرماتے ہیں کہ رفاقت تلمذ کے یہ دو۲ سال نہایت گراں بہا سرمایہ رہے۔ اس علم و عرفان و آگہی کے بحر بیکراں سے خوب سیراب ہوئے۔

بیعت

۱۹۳۷ء میں اپنے نانا اور مربی خاص حضرت علامہ سید شاہ نقی اشرف اشرفی جیلانی سجادہ نشین سے بیعت ہوئے۔ یہ حصول علم ہی کا دور تھا۔ مرشد برحق نے دو۲ قانون نافذ فرمائے (۱) کھانا اور ناشتہ حضرت کے ساتھ کریں۔ (۲) درس کے بعد حضرت سے مل کر پھر مکان میں داخل ہوں۔ ان دو احکام نے حضرت مؤلف کی تعمیر تعلیم و تربیت کے استحکام میں بہت مفید اور اہم رول ادا کئے۔ حضرت مرشد برحق کا طرز بیان بڑا دلنشین اور پر اثر تھا۔ انداز تربیت نہایت شُستہ اور معیاری تھا۔ کھانے کی کوئی چیز اس وقت تک تناول نہ فرماتے جب تک آپ یہ نہ معلوم فرمالیتے کہ گھر کے سب افراد حتیٰ کہ ملازمین تک کو مل چکا یا ملے گا۔ نماز مسجد میں با جماعت ادا کرتے۔ معمولات غیر معمولی اہتمام اور پابندی سے ادا فرماتے تھے اور اس کی تاکید بھی فرماتے۔ حضرت بچپن سے ایک نصیحت برابر فرمایا کرتے تھے کہ اس طرح رہنے کے خوگر ہو کہ کہیں اور کسی وقت بھی تمھیں دیکھنے والے کو افسوس اور تم کو شرمندگی نہ ہو۔

خلافت اور سجادہ نشینی

۱۹۴۷ء میں حضرت مرشد برحق سخت علیل ہوئے۔ مُریدین مزاج پُرسی کے لئے بکثرت آتے تھے تو حضرت فرماتے۔ میرے بعد سجادہ نشین میرے نواسے نعیم اشرف ہوں گے اور مریدین سے بطور خاص ملواتے۔ حضرت مؤلف مدظلہ العالی نے ان دنوں اپنے نانا علیہ الرحمہ کی خدمت میں بیش از بیش وقت گذارا۔ غیر حاضر ہوتے تو طلب کئے جاتے۔ نانا نے اپنے عزیز ترین نواسہ کو اپنی گراں بہا عمر فیض بخش کے آخری ایام میں خوب خوب نوازا۔ نواسہ نے اپنے نانا کے دربار دُربار سے علم و عرفان اور فیض و کرم کے موتی خوب چُنے۔ آخر کار شفیق نانا نے اپنے

شدید برف باری ہوئی جو جہاں تھا آگ اور گرم کپڑوں سے لپٹا ہوا تھا۔ کمال جوگی جو حضور کے ساتھ ہی ساتھ رہتے تھے انھیں رات میں رفع حاجت کی ضرورت ہوئی۔ مسجد سے نکل کر ایک جگہ بیٹھ گئے۔ شدت برودت سے اُن کا جسم بے حس ہوگیا اور وہیں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ ٹھیک اسی وقت حضرت وضو فرما رہے تھے۔ لوگوں نے دیکھا کہ آپ غیر معمولی سردی محسوس فرما رہے ہیں۔ سارا جسم ٹھنڈا ہوا جا رہا تھا۔ لوگ متحیر تھے کہ بند مقام یہ ہے۔ آگ روشن ہے، اور کافی گرم کپڑے بھی آپ کے جسم مبارک پر ہیں۔ اور اسکے بعد بھی آپ اتنی ٹھنڈک کیوں محسوس فرما رہے ہیں۔ ہمراہیوں میں سے ایک صاحب کشف بزرگ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ کسی اپنے خادم کی تکلیف کا بارِ خاطر اقدس پر لے رکھا ہے، اسکو تلاش کرنا چاہیئے۔ حضرت کو اتنی بے پناہ ٹھنڈک کا لگنا بے سبب نہیں ہے۔ چنانچہ ہمراہیوں کا شمار ہونے لگا۔ معلوم ہوا کہ کمال جوگی غائب ہیں۔ لوگ چاروں طرف دوڑ پڑے، دیکھا کہ کمال ایک جگہ بے حس پڑے ہیں اور برف ان پر جمی جا رہی ہے۔ لوگ انھیں اٹھا کر لائے اور مختلف طرح سے اُنھیں گرمی پہنچائی گئی، جیسے جیسے کمال کے جسم میں گرمی پہنچتی گئی اور اُن کے حواس درست ہوتے گئے۔ حضرت کے جسم کی تشویش ناک ٹھنڈک بھی کم ہونے لگی۔ جب کمال بالکل صحتیاب ہوگئے تو حضرت کا مزاج اقدس بھی بحال ہوگیا۔

جنگل کا اژدہا

اسی سفر کا واقعہ ہے کہ راستہ میں ایک جنگل پڑا جس کے متعلق لوگوں نے بتایا کہ بے حد خطرناک راستہ ہے۔ اس میں درندے جانور بکثرت ہیں۔ سانپ اور موذی اژدہوں سے یہ جنگل بھرا پڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ پر بھروسہ کرو اور چلے چلو وہ ہر مشکل کو سہل اور ہر سختی کو آسان کردیگا۔ چنانچہ قافلہ اُسی جنگل سے گزر رہا تھا کہ سرِ راہ ایک اژدہا ملا۔ قافلے والے ڈر کر رُک گئے حضرت کو اطلاع دی، آپ موقع پر پہونچے اور ملاحظہ فرمایا کہ واقعی اژدہے نے راستے کو روک رکھا ہے، حضرت اور آگے بڑھے۔ عصائے مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا کہ اے اژدہا فقیروں کی راہ کیوں روکے ہے، راستے سے ہٹ جا،

چنانچہ لوگوں نے دیکھا کہ آپ کے ارشاد کے بموجب موذی جانور نے راستہ چھوڑ دیا۔ اور ایک طرف کو چلا گیا اور حضرت مع اپنے قافلے کے راستہ طے کرنے لگے۔

ہرات ہرات پہونچ کر قیام فرمایا، حضرت کے ایک مرید گوہر علی نام ہرات کے بازار میں کسی ضرورت سے گئے۔ انھوں نے وہاں ایک خوبصورت عورت کو دیکھا اور اس سے گفتگو کی کوشش کی۔ کچھ دیر اُس کی طرف مخاطب رہے، لیکن پھر خوف الٰہی سے توبہ و استغفار کرتے ہوئے حضرت کی خدمت میں واپس آگئے۔ جب حضرت کے سامنے آئے تو آپ نے منھ پھیر لیا اور غصے سے فرمایا کہ اس گدھے کو دیکھو کہ بازار میں پھر کر عورتوں سے باتیں کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حضرت نے حکم دیا کہ اس کو محفل سے نکال دو۔ مریدوں کا احتساب حضرت دُرِّ یتیم کے سپرد تھا۔ چنانچہ انھوں نے ایک قلندر کو حکم دیا اور انھوں نے گوہر علی کو محفل سے نکال دیا۔ اور کئی دن محفل میں باریابی کی اجازت نہیں ملی۔ گوہر علی نے حضرت دُرِّ یتیم کی بڑی خوشامد کی، بالآخر انھوں نے حضرت سے سفارش کرکے ان کے قصور کی معافی کرالی!

حضرت فرماتے تھے کہ مرشدین اور ہادیوں کو اپنے مریدین اور طالبین سلوک کے حال سے باخبر رہنے کی ضرورت رہتی ہے تاکہ شریعت اور طریقت کے خلاف اُن سے کوئی فعل سرزد نہ ہونے پائے اور وہ وسوسۂ شیطانی سے بچ سکیں۔

فوائدِ سفر اسی مسجد میں جہاں آپ کا قیام تھا۔ ایک دن کچھ فقرا ملاقات کیلئے آئے اور عجائبات عالم کے متعلق حضرت سے دریافت کیا۔ حضرت نے حسب حال جوابات مرحمت فرمائے دوران گفتگو میں ایک درویش نے کہا کہ رزق چوں مقدار است گردیدن چیست یعنی کہ روزی جب مقرر ہے تو اسکے لئے پھرنا کیسا؟ حضرت نے برجستہ جواب دیا کہ رزاق چوں گرداند پرسیدن چیست؟ یعنی جب خدا ہی پھرائے تو پوچھنا کیسا؟ پھر حضرت نے فرمایا کہ تمہیں سفر میں صرف طلب رزق ہی نظر آتا ہے۔ حالانکہ سفر میں بے شمار فوائد ہیں۔ اولیاء کاملین کی زیارت اور اُن سے استفادہ عتبات عالیہ کی حاضری اور وہاں سے کسب فیض۔ آیات اللہ کا مطالعہ اور قدرت الٰہی

کا مشاہدہ کیا۔ کیا یہ سب سفر کے کم فوائد ہیں اور انہیں وجوہات کی بناء پر فقراء سفر کو اختیار کرتے ہیں نہ کہ روٹی حاصل کرنے کیلئے اور ارشاد فرمایا کہ کھانا تین طرح کا ہوتا ہے

کھانیکے اقسام

ایک فرض، ایک سنت، ایک جائز، وہ قدر غذا جو ہلاکت سے بچائے فرض ہے اور رزق کی وہ مقدار جو محنت اور عبادت کے لئے ضروری ہے سنت ہے اور شکم سیر ہوکر کھانا جائز ہے۔ مگر سیری سے زیادہ کھانا حرام ہے۔ ہاں اگر روزے کی نیت یا مہمان کی خاطر کھائے تو مضائقہ نہیں۔ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ رات کا کھانا نہ ترک کرنا چاہیئے اسلئے کہ اس سے ضعف بڑھاپا اور سستی پیدا ہوتی ہے، یہ بھی ارشاد فرمایا کہ رزق کیلئے زیادہ سرگردانی نہ کرو۔ اور موت سے خائف نہ ہو۔ رزق مقسوم ہے۔ بہرحال ملے گا اور [illegible]ت کا وقت معین ہے وہ ضرور آئے گی۔

آپ کا امتحان

ہرات[1] ہی کا واقعہ ہے کہ وہاں کا ایک امیر آپ سے بدعقیدہ ہوگیا اس نے امتحاناً آپ کی دعوت کی۔ دستر خوان پر الواع و اقسام کے کھانے چنے گئے۔ ایک قاب میں دو مرغ مسلم بھی تھے۔ حضرت نے کھانے کے وقت ان مرغوں کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ میزبان امیر نے اصرار بلیغ کے ساتھ اسی قاب کو آپ کی طرف بڑھایا کہ حضور اسکو ضرور ملاحظہ فرمائیں خاص اہتمام سے پکوائے گئے ہیں۔ آپ نے قاب میں سے ایک مرغ اپنے اور دیگر درویشوں کیلئے لے لیا اور دوسرا مرغ امیر اور اسکے ساتھیوں کی طرف یہ کہہ کر بڑھا دیا کہ پہلا فقراء کے لائق تھا اور یہ تمہارے لئے موزوں ہے۔ امیر خاموش ہوگیا لیکن مہمانوں کو اسکے چہرے پر خجالت کی سرخی دیکھ کر حیرت ہوئی۔ بعد میں لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک مرغ جس کا گوشت حضرت نے ملاحظہ فرمایا تھا مناسب قیمت دے کر خریدا گیا تھا اور دوسرا مرغ ظلم سے حاصل ہوا تھا کرامت جہانگیری کو دیکھ کر امیر نے حضرت کے ساتھ بدعقیدگی سے توبہ کی اور نیاز مندوں میں داخل ہوا۔

---

[1] لطائف اشرفی میں سرحد چین لکھا ہے (مؤلف)

کرامت حضرت نے ہرات سے باغستان کا قصد فرمایا۔ اثنائے سفر میں آپ کا گذر ایک ایسے راستے سے ہوا جہاں کئی دن تک آبادی کا نام ونشان نہ ملا۔ تین شبانہ روز بغیر خورد و نوش قافلہ چلتا رہا۔ رفقائے سفر بے قرار ہو گئے اور جب یارائے ضبط نہ رہا تو حضرت کے گوش اقدس تک یہ بات پہنچائی گئی کہ اہل قافلہ بھوک کی شدت سے نڈھال ہیں اور مزید سفر اُن کے لئے ناممکن ہو رہا ہے۔ حضرت نے قافلے والوں سے کمر کھول دینے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ کسی کے پاس اگر لوہے کی زنجیر ہو تو میرے پاس لاؤ۔ تلاش کرنے پر ایک قلندر نے دی۔ زنجیر آپ کی خدمت میں حاضر کی گئی آپ نے اس پر توجہ ڈالی۔ کیمیا اثر نگاہ سے وہ لوہے کی زنجیر سونے کی ہو گئی۔ بابا حسین جو آپکے خادم خاص تھے آپنے حکم دیا کہ اسے لیجاؤ جہاں سے کچھ فاصلے پر فلاں سمت ایک بازار ہے اُسے فروخت کر کے تین دن کے کھانے پینے کا سامان خرید لینا۔ جو رقم بچ جائے اُسے واپسی پر میرے پاس نہ لانا بلکہ پانی میں ڈال دینا چاہئے۔ بابا حسین نشان زدہ مقام پر پہنچے تو اُن کے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ ایک ایسے ویران جگہ جہاں تین دن تک کوئی آبادی نہ مل سکی راستے میں خورد و نوش کا کوئی انتظام نہ ہو سکا۔ یہاں اتنا عظیم الشان بازار[1] کہاں سے آگیا۔ بہرحال وہ بازار میں پھرتے پھراتے سونے چاندی کی دو کانوں پر پہونچے۔ اپنی زنجیر فروخت کی اور تین دن کا راشن خرید کر کے جانوروں پر بار کیا اور واپس ہوئے۔ راستے میں باقی رقم پانی میں پھینک دی اور قافلے میں پہونچ کر حضرت کو اسکی اطلاع دے دی۔

آپ کا کشف آپ کے ایک مرید تنگر قلی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے جب یہ سنا کہ بابا حسین نے باقی روپئے واپسی میں پانی میں پھینک دیئے تو انہیں خیال آیا کہ یہ رقم پانی میں پھینک کر ناحق ضائع کی گئی۔ اس سے اچھا تو یہ ہوتا کہ کسی فقیر اور اہل حاجت کو دے دی جاتی۔ وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت

---

[1] لطائف اشرفی میں اس بازار کا نام سوق الجانین ہے (مؤلف)

نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تنگر قلی تم خدا کے کاموں میں دخل دیتے ہو اور ارحم الراحمین کو پرورش کا سبق سکھاتے ہو۔ تمہیں کیا خبر کہ ضائع ہوا یا ٹھیک ہوا۔ تنگر قلی سخت نادم ہوئے اور حضرت سے بہت معافی چاہی۔

باغستان حضرت جب باغستان پہونچے تو وہاں کے بے شمار ازبک اور ترک حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور انھوں نے بڑی مقدار میں غلہ اور بھاری تعداد میں گھوڑے نذر کئے۔ ترکوں نے آپ کے فضل و کمال کو دیکھ کر بڑی نیازمندی ظاہر کی۔ اس علاقے میں جہاں کہیں بھی آپ کا قیام ہوتا خلقت ٹھٹ کے ٹھٹ جمع ہو جاتی۔ آپ کی پاکیزہ تبلیغ اور شیریں انداز کلام ہی تھا کہ خاص و عام سب کو آپ سے گرویدگی ہو جاتی تھی۔

امیر تیمور کا نذرانہ اس وقت ترکستان کی حکومت امیر تیمور کے ہاتھ میں تھی اور پائے تخت سمرقند تھا۔ کسی درباری نے امیر کے کان بھرے کہ سمنان کا شہزادہ جن کا تعلق سامانیوں سے بھی ہے۔ درویشوں کا لباس پہنے اس علاقے میں پھر رہے ہیں کئی ہزار ازبک اور ترک اُن کے مرید ہو چکے ہیں اندیشہ ہے کہ زیادہ طاقت حاصل کرنے کے بعد حکومت کیلئے خطرہ نہ بن جائیں۔ امیر تیمور نے خود اس واقعے کی تفتیش کرائی۔ جب اُسکو معلوم ہوا کہ درباری نے جسے حکومت کیلئے خطرہ بتایا ہے وہ حضرت قدوۃ الکبرے سلطان اوحد الدین مخدوم سیّد اشرف جہانگیر سمنانی ہیں تو وہ مطمئن ہو گیا اسلئے کہ وہ مشہد مقدس میں حضرت سے مل چکا تھا اور آپ کے ترک ہوا اور بے نیازی دنیا سے خوف واقف تھا۔ چنانچہ آپنے ایک معتمد خاص کو حضرت کی خدمت میں بہت نذر و تحائف دیکر بھیجا اور درخواست دُعا کی۔ حضرت کی خدمت میں جب شاہی تحائف اور نذرانے پہونچے تو آپنے اُسی وقت وہ تمام رقم فقرا اور درویشوں میں تقسیم فرما دی اور خود ملک خدا کی وسعتوں میں سیاحت کیلئے چل پڑے۔ اسی ملک کے ایک شخص جمشید ازبک حضرت کے ساتھ چلے آئے تھے عرصے تک آپ کی خدمت کرتے رہے۔ جب حضرت قدوۃ الکبرے نے روح آباد تشریف

تشریف لائے تو جمشید ازبک ہیں سے اجازت و خلافت سے سرفراز ہو کر اپنے ملک کے طالبین سلوک کی ہدایت کیلئے واپس ہوئے۔

نامراد انسان حضرت کے ایک مرید پیر علی ہزارہ[1] تھے۔ تعلیم سلوک کیلئے آپ کے ساتھ سفر و حضر میں رہا کرتے تھے لیکن ان کا کشود کار نہ ہوا اور جلائے قلب نہ حاصل کر سکے۔ کچھ دنوں وہ انتظار کرتے رہے بالآخر ان کی ناامیدی حضرت سے بدعقیدگی کی شکل میں بدل گئی۔ ایک روز حضرت کی خدمت میں انھوں نے اپنی کار برآری کے لئے عرض کیا۔ حضرت نے انہیں مزید انتظار اور صبر کا حکم فرمایا۔ پیر علی بھڑک اٹھا اور سخت بے ادبانہ گفتگو کی۔ حضرت نے ان کی اس گستاخی پر اور تو کچھ نہ کہا مگر انہیں اپنی محفل سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ اور حضرت دُرِّ یتیم (محاسب) سے فرمایا کہ یہ شخص اب میرے ساتھ رہنے کے قابل نہیں کچھ دنوں تو پیر علی حضرت کی مبارک محفلوں کا چکر کاٹتے رہے۔ اور لوگوں سے اپنی سفارش کے متعلق کہتے رہے۔ جب پذیرائی نہ ہوئی تو آپ کی بارگاہ سے سید ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچا اور اپنا پورا حال بتایا اور حصول مدّعا کا خواستگار ہوا لیکن انھوں نے فرمایا کہ جس دروازے کو سید اشرف جہانگیر نے بند کر دیا میں اُسے کھول نہیں سکتا یہ کہہ کر پیر علی کو اپنی محفل سے بھی نکال دیا۔ وہاں سے وہ مختلف اولیاء اللہ کی خدمت میں پہونچا اور در در کی خاک چھانتا رہا لیکن ہر جگہ سے نکالا گیا اور ہر در سے نامرادی اٹھا۔ بالآخر وہ حضرت نجم الدین اصفہانی کی بارگاہ میں پہونچا۔ اسے پوری توقع تھی کہ اس در پر اس کی بگڑی ضرور بنے گی۔ ایک عرصے تک وہ وہاں حاضر خدمت رہا۔ ایک دن جب اس نے اپنے کشود کار کیلئے حضرت نجم الدین رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا تو آپ پیکرِ جلال بن گئے۔

---

[1] صوبہ سرحد کا ایک مقام (مؤلف)

اشرف کا بند کیا ہوا دروازہ کوئی نہیں کھول سکتا

فرمایا کہ نامراد جس دروازے کو میرے بھائی جہانگیر نے بند کر دیا آج روئے زمین پر کوئی ایسا ولی نہیں جو اس دروازے کو کھول سکے۔

حضرت کے ایک مرید گوشت کے بڑے شوقین تھے اور بہت کھاتے تھے۔ ایک دن آپ نے اُن سے کہا کہ زیادہ گوشت کھانے سے گرانی پیدا ہوتی ہے جو عبادات میں خارج ہے جس وقت حضرت اس کو نصیحت فرما رہے تھے دستر خوان پر آپ کے ایک با اخلاص مرید قاضی حجت بھی موجود تھے۔ انہوں نے یہ سُن کر گوشت کھانا چھوڑ ہی دیا۔ ایک عرصے کے بعد حضرت کی نظر کھانے کے وقت قاضی صاحب پر پڑی۔ آپنے پوچھا قاضی کیا گوشت ناپسند کرتے ہو۔ کسی نے آپ کو اس واقعے کی اطلاع دی کہ قاضی صاحب نے عرصے سے گوشت چھوڑ رکھا ہے۔ شاید حضور نے کسی دن نصیحت فرمائی تھی کہ زیادہ گوشت کھانے سے طبیعت گراں ہوتی ہے۔

سچا مُرید

حضرت نے تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ میں نے زیادہ کھانے سے روکا تھا کہ اس سے دل کی سختی کا اندیشہ ہوتا ہے پھر ہر ایک شخص کیلئے وہ نصیحت تھی نہ کہ سب کو منع کیا تھا اور اسکے بعد گوشت کی ایک بوٹی اُٹھا کر خود اپنے دست مبارک سے قاضی صاحب کو کھلایا اور فرمایا کہ سچے مرید کو اپنے مرشد کے اقوال کی ایسی تعمیل کرنی چاہیئے۔

دوبارہ اوچھ میں

سفر روم و بلاد اسلامیہ کے بعد براہ سندھ حضرت ہندوستان تشریف لائے اور اوچھ پہونچ کر حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ یہ لکھا جا چکا ہے کہ حضرت بخاری رحمتہ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے اکابر اولیاء اللہ سے گزرے ہیں اور روئے زمین پر مشائخین اولیاء کے جتنے سلسلے ہیں سب سے فیوض حاصل کئے تھے۔ چنانچہ پہلے کی طرح اس مرتبہ حضرت کے حال پر بڑی شفقت فرمائی اور سلسلۂ قادریہ کی سب نعمتیں آپ کو مرحمت فرمائیں اور سلسلۂ بزرگ قادریہ کی اجازت و خلافت بھی عنایت کی۔ چنانچہ خانوادۂ

اشرفیہ میں انہیں کے واسطے سے سلسلۂ قادریہ حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

جنتی شخص ایک دن جب کہ حضرت کا اوچھ میں قیام تھا صاحب ضیائیہ تلقین کلمہ کیلئے حضرت مخدوم بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے آپ نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھا اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کو اتنا کھینچا کہ حاضرین کا دم گھٹنے لگا۔ جب آپنے کلمہ شریف کو پورا کیا تو فرمایا کہ ھٰذا نا جدار کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کو زبان سے ادا کرے اور کھینچے تو جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبرے فرماتے ہیں کہ جب حضرت جلال الدین تلقین کلمہ فرما رہے تھے تو ساتھ ساتھ میں نے بھی ایک ہی سانس میں آسانی سے کلمے کو پورا کیا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کلمہ لَآ اِلٰـهَ کو خوب طویل کھینچے اور اِلَّا اللّٰه کو جلد تر کہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ پہلا ٹکڑا کھینچتے کھینچتے موت کا قاصد آجائے اور چونکہ پہلے ٹکڑے میں نفی غیر ہے اسلئے طویل کھینچے اور دوسرے ٹکڑے میں اثبات توحید ہے اس لئے جلد کہے۔

خواجگان دہلی اوچھ سے حضرت دہلی تشریف لائے اور حضرت سلطان المشائخ کی درگاہ میں حاضری دی پھر حضرت قطب صاحب میں گئے اور وہاں کے صاحب سجادہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی ذکر حلقہ اور مسبعات عشر کی تاکید کا ذکر کیا۔ حضرت وہاں سے روانہ ہو کر منزل بہ منزل ردح آباد تشریف لائے حضرت قدوۃ الکبرای بہرائچ بھی تشریف لے گئے ہیں۔ ایک مرتبہ جب کہ آستانہ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ پر تشریف فرما تھے ایکدن میں ستر مرتبہ خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابو العباس سے جتنی ملاقاتیں میری بہرائچ میں ہوئی ہیں روئے زمین پر کہیں بھی نہیں ہوئی۔

آپ کی دعا ہندوستان تشریف لانے کے بعد ایک مرتبہ اور گجرات و دکن جانیکا پتہ ملتا ہے۔ چنانچہ گجرات میں کریدنامی کوئی آبادی تھی جواب دریا

ہونے کی وجہ سے ہمیشہ طغیانی کی تباہ کاریوں میں پڑ جاتی تھی۔ جب آپ کا وہاں گزر ہوا تو آبادی والوں نے آپ سے دعا کی خواہش کی آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور پھر اسکے بعد دریا میں کبھی سیلاب نہ آیا۔

زمین کی طنابیں کھینچ گئیں ایک گھسیارہ آیا عرفے کا دن تھا رونے لگا اور آپ سے عرض کی حضور تمنائے حج رکھتا ہوں مگر بے زری مفلسی دامن گیر ہو جاتی ہے۔ آپنے فرمایا کہ آنکھ بند کر اُس نے آنکھ بند کر لی۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ آنکھ کھول دے۔ اب گھسیارہ دیکھتا ہے کہ میں میدان عرفات میں کھڑا ہوں اور حاجیوں کا ایک جم غفیر موجود ہے اس نے مناسک حج ادا کئے ایک دن اُس نے پھر سُنا کہ آنکھ بند کر اُس نے آنکھ بند کر لیا۔ پھر چشم زدن میں وہ وہیں تھا جہاں اُس نے حضرت جہانگیر سے تمنائے حج کی تھی اور حضرت وہاں سے روانہ ہو کر احمد آباد پہونچ چکے تھے۔

مولوی گلخنی آپ کے ساتھ ایک مولوی گلخنی تھے جو احمد آباد میں ایک خوبصورت عورت پر عاشق ہو گئے۔ سر و پا کا ہوش نہ رہ گیا۔ عشق نے ان کو نکما ضرور کر دیا لیکن چونکہ آدمی کام کے تھے۔ حضرت کی خدمت دل وجان سے کرتے تھے۔ جب حضرت کے سمع اقدس میں یہ بات پہونچی تو پہلے اُنھیں بڑی نصیحت کی لیکن جب آپنے ملاحظ فرمایا کہ مولوی صاحب مجنوں اور فرہاد سے بازی لگا رہے ہیں تو کوشش فرمائی اور اس عورت سے ان کا عقد کر دیا۔

دوبارہ گلبرگہ یہاں سے آپ گلبرگہ تشریف لے گئے جب آپ پہونچے تو اس وقت خواجہ محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ اسی جگہ اقامت فرما چکے تھے جہاں آپ نے پہلی بار قیام فرمایا تھا۔ حضرت قدوۃ الکبرا ہے انہیں کے خانقاہ میں اُترے دونوں بزرگ ایک دوسرے سے ملے خواجہ نے مناسب حال بڑی خاطر و تکریم کی ان کے خلوص و محبت کی وجہ سے حضرت نے چار مہینے وہاں قیام فرمایا۔ ایک دن حضرت نور العین، شیخ نظام غریب یمنی، شیخ ابوالمکارم، شیخ مبارک، شیخ یوسف اور دیگر

اصحاب گلبرگہ کے پُرلطف مناظر اور جاذب نظر باغ و بہار کی سیر و تفریح کیلئے خانقاہ سے نکلے اور ایک سمت روانہ ہوگئے۔ پُرکیف فضاؤں میں آیات قدرت کا نظارہ کرتے ہوئے یہ فقرا ایک باغ کے قریب پہونچ گئے۔ وہاں چند نوجوان پہلے سے بیٹھے ہوئے شراب و نغمہ میں زندگی تحلیل کررہے تھے۔ غم دنیا اور فکرِ عقبیٰ سے بے نیاز، مے و مینا سے پلٹے جام پہ جام لنڈھار ہے تھے۔ اور رُباب کے تاروں پر روح کا گلا گھونٹا جارہا تھا۔

نامِ خدا کا اثر

اللہ والوں نے باغ کے اندر کا جب یہ روح فرسا منظر دیکھا تو سب ایک آواز ہوکر ذکر جہر کرتے ہوئے باغ میں داخل ہوگئے، ذکرالٰہی سے ان حضرات کے چہرے سرخ تھے۔ جب ان لوگوں کے قریب پہونچے تو ان جلالی پیکروں کو دیکھ کر عیاش سناٹے میں آگئے۔ اور ان پر ایسی ہیبتِ الٰہی طاری ہوئی کہ درویشوں کے قدم پر گریہ و زاری کرنے لگے۔ حضرت نورالعین نے ان سب کو ساتھ لیا اور حضرت غوث العالم کی خدمت میں آئے جہاں وہ سب تائب ہوئے اور پھر حضرت کی توجہ سے فیضیاب ہوکر اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔

منیر شریف

گلبرگہ (دکن) سے آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت علاء الحق والدین گنج نبات کی خدمت میں پنڈوہ شریف جانے کا قصد فرمایا۔ جس دن آپ خطۂ بہار میں منیر شریف کے قریب پہونچے تو اسی دن صوبۂ بہار کے آفتاب ولایت حضرت مخدوم الملک سید شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا وصال[1] ہوچکا تھا۔ ہمارے حضرت غوث العالم کو شیخ منیری کی ملاقات کا شوق تھا اور شیخ کو بھی نورِ ولایت سے آپ کی آمد کی اطلاع تھی مگر حکم قضا و قدر نہ تھا کہ عالم اسباب میں دونوں بزرگ ایک دوسرے سے ملیں۔

چنانچہ شیخ نے وصیت فرمادی تھی کہ ایک سید صحیح النسب تارک سلطنت ساتوں قرأت کے حافظ آنے ہی والے ہیں میرے جنازے کی نماز وہی آکر پڑھائیں گے۔

[1] آپ کا وصال ۷۸۲ھ ہجری میں ہوا ہے۔ (مؤلف)